قیمتی تحفہ

برائے

طالبینِ تزکیہ

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

.... تفصیلات ....

کتاب کا نام	:	قیمتی تحفہ برائے طالبینِ تزکیہ
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ اشاعت	:	رمضانُ المبارک ۱۴۳۸ھ، مطابق جون ۲۰۱۷ء
ناشر	:	دارالتزکیہ، لیسٹر، یو کے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح

الفلاح اکیڈمی، لُوساکا، زامبیا

تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ

جامع مسجد، آزادول، جنوبی افریقہ

تقریظ

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

مجازِ خاص مصلح الاُمّت حضرت مولانا شاہ وصیُّ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وعارف باللہ حضرت مولانا شاہ احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

الحمد للہ کہ آپ نے اُمّت کی اصلاحِ باطن کی ضرورت اور تزکیۂ نفس کی فرضیت پر وعظ فرمایا، وہ بہت ہی مفید و مؤثّر ہے کہ آدمی اپنی اصلاح کے لئے مستعد و کمر بستہ ہو ہی جائے، اس لئے کہ معنوی امور کو محسوس مثالوں سے سمجھانے کی سعیٔ تمام فرمائی ہے جو ان شاء اللہ واقع فی النفس ثابت ہوگا، اللہ اپنے فضل سے ایسا ہی فرماوے، آمِیۡنَ، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰہِ بِعَزِیۡزٍ۔

قوّتِ شہویہ وقوّتِ غضبیہ کی جو تشریح فرمائی وہ بھی خوب ہے، حضرت مصلح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلّق فرمایا کہ ان دونوں قوّتوں کو شریعت کے مطابق ضبط کرنا ہی حسنُ الخُلق ہے، اس سلسلے میں حضرت مصلح الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑے اہلِ حدیث عالم کے سامنے اس مضمون کو کسی بڑے شیخ کی کتاب ''تَرۡصِیۡعُ الۡجَوَاھِرِ الۡمَکِّیَّۃ'' سے پیش فرمایا تو وہ بہت متاثّر ہوئے۔

ماشاء اللہ، مشائخ کی صحبت اور اس کی افادیت پر اچھا کلام فرمایا ہے، اس کے ساتھ ہی ان کی تعلیم و تلقین کی ضرورت اور مریدین و متعلّقین کو ان پر عمل کی تاکید و ترغیب اور تحسین پر

وعظ فرمایا ہے، اللہ علماء و مشائخ کو بھی اچھے اسلوب اور بہتر انداز میں تذکیر و تربیت کی خدمت انجام دینے اور مریدین کو بلکہ ساری اُمّت کو ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

ماشاء اللہ، نسبتِ احسان کی اہمیت اور اس کی تعریف بلکہ اُمّت کے لئے اس کے مفہوم کو واضح کرنے کی سلیس و بہترین کوشش فرمائی ہے، اور اس کا حق بھی تھا، اس لئے کہ بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے، یہ منتہائے سلوک ہے جیسا کہ اس کی ابتداء نیت کی تصحیح ہے۔

اب اخیر میں دعا ہے کہ اللہ ان مضامینِ پاکیزہ کے سمجھنے اور عمل کرنے کی صرف سالکین کو نہیں، بلکہ جملہ مسلمین و مسلمات کو توفیق دے، اس لئے کہ مشائخ ہی نہیں، بلکہ علماء و فقہاء کے نزدیک بھی اصلاحِ اخلاق اور تزکیۂ نفوس ضروری ہے، اس لئے فلاح کے حصول کو متعدّد مقام پر اللہ نے اس پر مرتّب فرمایا ہے، چنانچہ عمّ پارہ میں قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا فرمایا ہے۔

بہرحال اس (رسالے) کے مضامینِ مفیدہ کو تقریباً بالاستیعاب پڑھا ہے، جملہ مضامین بہت پسند آئے اور مفید معلوم ہوئے، جَزَاكُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

والسلام خیرِ ختام

محمد قمر الزمان الہ آبادی

محمد قمر الزمان الہ آبادی

۱۱ ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ

۱۱ دسمبر ۲۰۱۶ء یوم یکشنبہ

علی الطیّارۃ بین ھرارے ولُوساکا

تقریظ

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تزکیہ واحسان دو بنیادی لفظ ہیں جو قرآن وحدیث میں بکثرت وارد ہوئے ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے بنیادی مقاصد میں تزکیہ بھی ہے یعنی قلوب کو اخلاقِ ذمیمہ اور اہواءِ فاسدہ سے مجلّٰی اور مصفّٰی بنانا اور اخلاقِ حمیدہ صفاتِ جمیلہ سے محلّٰی بنانا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، ان چار مقاصد میں تزکیہ کو دوسرے نمبر پر بتایا گیا، معلوم ہوا کہ تلاوتِ کتاب کے بعد تزکیہ حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے، قرآنِ کریم میں دو جگہ اسی تزکیہ پر فلاح کو مرتّب فرمایا، چنانچہ فرمایا: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى، اسی طرح احسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی معیت بتائی ہے اور اس کی عمدہ تشریح حدیثِ جبرئیل میں کی گئی ہے، ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ تزکیہ واحسان کے بغیر انسان ادھورا اور ناقص ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک دل کی دنیا نہیں سنورتی نہ دنیا کا مزا ہے نہ جنّت میں داخلہ آسان ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنے کی فکر کرتے ہیں، اس کے لئے بظاہر اسباب مشائخ واولیاء اللہ کی صحبت ومعیت اور ان کی ہدایات کی روشنی میں معمولات کا اہتمام ہے، اسی بات کی تلقین و ہدایت علماء واکابرِ اُمّت اپنے مواعظ ومجالس میں برابر کرتے رہتے

ہیں، محبِّ مکرّم مولانا محمد سلیم صاحب زَادَهُمُ اللّٰهُ فَضْلاً وَشَرَفاً اپنی ہفتہ واری اور ماہانہ مجالس میں ان مضامین کو بڑے اہتمام سے مؤثّر انداز میں بیان کرتے رہتے ہیں اور ماشاء اللہ، ان کے کہنے کے اثرات اُمّتِ مسلمہ پر اور بالخصوص نوجوانوں پر نمایاں ہو رہے ہیں۔

اس رسالے میں ان کے دو وعظ ہیں جو زامبیا اور ساؤتھ افریقہ میں ہوئے، ان میں تزکیہ و احسان کی ضرورت و اہمیت کو خوب کھولا ہے، دل نشین پیرایے میں مختلف مثالوں سے خوب سمجھایا ہے، احقر نے دونوں وعظ حرفاً حرفاً دیکھے اور اس کی افادیت محسوس کی، اللہ کرے یہ رسالہ بھی طبع ہو جائے اور مفیدِ خلائق بنے، قبولِ عام اور نفعِ تام نصیب ہو، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ آمِيْنَا۔

والسلام
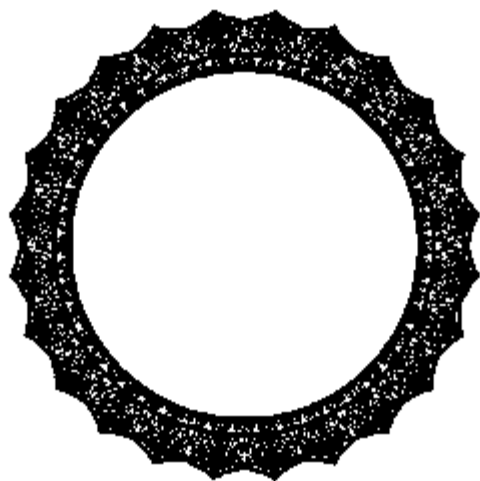
محمد ایوب سورتی

محمد ایوب سورتی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ یوم جمعہ

مطابق ۲۳ دسمبر ۲۰۱۶ء

تزکیہ اور اصلاح

کی

انوکھی تشریح

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

.... تفصیلات ....

وعظ کا نام	:	تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	الفلاح اکیڈمی، لُوساکا، زامبیا

تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾ (الجمعة:۱۰)، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ،[1] أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں دنیا میں دو حیثیتیں دے کر بھیجا ہے؛ ہماری ایک حیثیت جسمانی ہے اور دوسری روحانی، ان میں سے روحانی حیثیت کی اہمیت زیادہ ہے، اس لئے کہ روح اور جسم میں سے روح اصل ہے، جسم کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ روح کو اس دنیا میں لے آئے اور یہاں سے گزار کر عالمِ برزخ تک پہنچا دے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو روح کو جسم کے بغیر بھی اس دنیا میں لا سکتے تھے، لیکن اللہ کا اپنا ایک نظام ہے، اللہ تعالیٰ درخت کے بغیر بھی پھل دے سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ درخت کے ذریعے ہی پھل دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ بارش اور کنوؤں کے بغیر

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب فضل ذكر الله، ح(٦٤١٥)

بھی پانی دے سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ بارش، کنوؤں، نہروں اور چشموں کے ذریعے سے ہی پانی دیتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

روح اصل ہے نہ کہ جسم

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ روح اصل ہے، جسم اصل نہیں ہے، اسی لئے جب ایک شخص دنیا سے منتقل ہوتا ہے تو روح اللہ تعالیٰ کے یہاں چلی جاتی ہے اور جسم کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، روح کے نکل جانے کے بعد جسم کو لاش، میت اور body کہہ کر پکارا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیل بھائی انتقال کر گئے، اسماعیل بھائی چلے گئے، ارے بھائی! اسماعیل بھائی تو یہیں پڑے ہوئے ہیں پھر انتقال کیسے کر گئے؟ چلے کیسے گئے؟ چونکہ روح اصل ہے اور وہ نکل کر آخرت کی طرف چلی گئی اس لئے کہتے ہیں کہ اسماعیل بھائی چلے گئے، انتقال کر گئے، اور جسم چونکہ اصل نہیں ہے اس لئے اب اسے کوئی بھی اسماعیل بھائی کہنے کو تیار نہیں ہے۔

ایک بادشاہ سے لوگ اس وقت تک ڈرتے ہیں جب تک اس کے جسم میں روح ہے، روح نکل گئی، اب کوئی نہیں ڈرتا، حالانکہ وہی جسم ہے، وہی چہرہ ہے اور وہی اعضاء ہیں، معلوم ہوا کہ اصل روح ہے اور وہ عالمِ ارواح سے دنیا میں جسم کے سہارے آتی ہے اور ایک وقتِ مقرّرہ تک دنیا میں رہتی ہے۔

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (البقرة:٣٦)

اور تمہارے لئے زمین میں ایک مقرّرہ وقت تک ٹھیرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

اور اس وقتِ مقرّرہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ

عَمَلًا﴾ (الملک:۲)

(اللہ تعالیٰ) وہ (ہے) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں
آزمائے کہ تم میں کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے۔

اعمال سے جسم نہ بگڑتا ہے نہ سنورتا ہے، اعمال سے بگڑتی بھی روح ہے اور سنورتی بھی روح ہے، اچھے اعمال سے روح سنورتی ہے اور بُرے اعمال سے روح بگڑتی ہے، جسم بدصورت ہو، لولا ہو، لنگڑا ہو، اندھا ہو، گونگا ہو، بہرا ہو، لیکن اُس کی روح اچھے اعمال کی وجہ سے تندرست ہے تو یہ دونوں جہان میں کامیاب ہے، اور جسم گورا ہو، نیلی آنکھوں والا ہو، خوبصورت ہو، تندرست ہو، سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو، لیکن بُرے اعمال کی وجہ سے اُس کی روح بیمار یا مردہ ہے تو اس کے پاس کچھ نہیں ہے، یہ ناکام ہے، تو روح اصل ہے، بس اسے دنیا میں لانے کے لئے، دنیا میں باقی رکھنے کے لئے اور قبر تک پہنچانے کے لئے جسم کی ضرورت ہوتی ہے۔

روح اور جسم کی بہترین مثال

جسم زیور کی ڈبیا (jewellery box) کی طرح ہے جو حفاظت اور transportation (نقل وحمل) کا کام کرتی ہے، اصل موتی یا ہیرا تو روح ہے، اس کو ایک آسان مثال سے سمجھئے! اگر یہاں سے ایک شخص ایک لاکھ کا چیک (cheque) لفافے (envelope) میں ڈال کر انگلینڈ (England) روانہ کرتا ہے تو اصل چیک ہے نہ کہ لفافہ، اگر لفافے کے بغیر چیک انگلینڈ پہنچ جاتا تو کوئی بھی لفافہ نہ خریدتا، لیکن چونکہ لفافے کے بغیر چیک نہیں پہنچ سکتا، اس لئے لفافہ خریدنا پڑتا ہے، اب جب یہ لفافہ انگلینڈ پہنچے گا تو

جس کے لئے چیک تھا وہ اس میں سے چیک کو نکال کر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لے گا اور لفافہ پھینک دے گا، لفافہ چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، اس کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دے گا، ہوسکتا ہے کہ چیک اتنا خوبصورت نہ ہو جتنا لفافہ ہے، اور چیک کا کاغذ اتنا قیمتی نہ ہو جتنا لفافے کا کاغذ ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص لفافے کو اپنے پاس رکھ کر چیک کو نہیں پھینکتا، چیک اونچی جگہ ڈیسک (desk) پر جگہ پاتا ہے اور لفافہ نیچے dustbin (ردّی کی ٹوکری) میں جاتا ہے۔

اگر یہاں سے انگلینڈ جاتے ہوئے لفافہ خراب ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، ہاں، چیک خراب نہیں ہونا چاہئے، لیکن چیک کو انگلینڈ تک حفاظت سے پہنچانے کے لئے لفافہ ضروری ہے، اور جب تک چیک نہ پہنچے اس وقت تک لفافے کی بھی حفاظت ضروری ہے، چیک جیسے ہی اپنی منزل پر پہنچ گیا، اب لفافے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی، روح کا بھی جسم سے ایسا ہی رشتہ ہے، روح چیک کے مانند ہے اور جسم ایک لفافے کی طرح ہے، جسم خراب ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں، ہاں، روح معصیت اور رذائل کی گندگیوں سے نہیں بگڑنی چاہئے، البتہ جب تک روح اپنی منزل اعلیٰ علّیّین میں نہ پہنچ جائے جسم کی حفاظت ضروری اور فرض ہے۔

قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ دو بڑی نعمتیں

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہماری دو حیثیتیں ہیں، جب دو حیثیتیں ہیں تو ہماری ضرورتیں بھی دو قسم کی ہوں گی، ہماری کچھ ضرورتیں جسمانی ہیں اور کچھ ضرورتیں روحانی، جسمانی ضرورتیں اجمالی طور پر دو ہیں؛ ہم جسم سے نقصان پہنچانے والی چیزوں کو دور رکھیں، اور اس کے لئے

فائدہ پہنچانے والی چیزیں مہیّا کریں، سانپ جسم کو نقصان پہنچاتا ہے تو اسے دور رکھیں، اور روٹی جسم کو فائدہ پہنچاتی ہے تو اس کو حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہماری ان دونوں ضرورتوں کا خود انتظام فرمایا اور ہر انسان میں دو تقاضے رکھے، ان میں سے ایک کو قوّتِ شہویہ کہتے ہیں اور دوسرے کو قوّتِ غضبیہ، قوّتِ شہویہ کی برکت سے جسم کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش وجود میں آتی ہے، اور قوّتِ غضبیہ کی برکت سے نقصان پہنچانے والی چیزوں کو دفع کیا جاتا ہے، قوّتِ شہویہ یعنی منافع کو چاہنے والی، طلب کرنے والی، کھینچنے والی قوّت، اس قوّت سے انسان جس چیز کو اپنے لئے فائدہ مند سمجھتا ہے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، پاؤنڈ (pound)، ڈالر (dollar)، مال، دولت کے بارے میں جانتا ہے کہ اس سے میرے جسم کی بہت ساری ضرورتیں پوری ہوں گی اور میرے جسم کو راحت پہنچے گی، تو مال و دولت کی چاہت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے کوششیں کرتا ہے، یہ قوّتِ شہویہ ہے اور یہ بُری چیز نہیں ہے، اگر قوّتِ شہویہ نہ ہو تو کھائے گا کیسے؟ کھائے گا نہیں تو زندہ کیسے رہے گا؟ قوّتِ شہویہ نہ ہو تو پانی نہیں پیئے گا، اگر پانی نہیں پیئے گا تو زندہ کیسے رہے گا؟ قوّتِ شہویہ نہ ہو تو سونے کی خواہش نہیں ہوگی، اگر سوئے گا نہیں تو زندہ کیسے رہے گا؟

اسی طرح دوسرا تقاضا ہے قوّتِ غضبیہ، جیسے ہی نقصان دہ چیز پر نظر پڑتی ہے اسے غصّہ آتا ہے، متفکّر ہو جاتا ہے، اور اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، قوّتِ غضبیہ نہ ہو تو آپ چور کو نہیں بھگا سکیں گے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت نہیں کر سکیں گے، اپنی جان کی حفاظت نہیں کر سکیں گے، یہ قوّتِ غضبیہ کا کرشمہ ہے

کہ جہاں انسان کوئی خطرہ محسوس کرتا ہے تو وہ فوراً defence (دفاع) میں آجاتا ہے، وہ غصّہ محسوس کرتا ہے، یہ غصّہ فی نفسہ بُری چیز نہیں ہے، اس کا غلط استعمال بُرا ہے۔

عقل کا مدار قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ کے اعتدال پر ہے

قوّتِ شہویہ اور قوّتِ غضبیہ دونوں بہت بڑی نعمتیں ہیں جب تک حد (limit) کے اندر رہیں، جب تک یہ دونوں قوّتیں اعتدال کے ساتھ حد کے اندر رہتی ہیں تو نفس نفسِ مطمئنّہ ہوتا ہے، اور جب یہ حد سے باہر نکل جاتی ہیں تو نفس نفسِ لوّامہ ہوجاتا ہے، اور اگر یہ قوّتیں حد سے بہت دور چلی جاتی ہیں تو نفس نفسِ امّارہ ہو جاتا ہے، اور یہ دونوں قوّتیں اعتدال سے جتنی ہٹتی ہیں عقل میں اتنے ہی درجے کی کمی آتی ہے، تو اگر یہ قوّتیں حد میں رہیں گی تو عقل کامل ہوگی، حد سے باہر جائیں گی تو عقل میں نقص آئے گا، اور حد سے جتنی دور ہوتی چلی جائیں گی عقل میں اتنا ہی نقص بڑھتا چلا جائے گا۔

قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ حدِّ اعتدال سے جتنی ہٹتی چلی جائیں گی اتنی ہی عقل میں کمی ہوتی جائے گی، اسی لئے ایسے لوگوں کی عقل فیصلہ نہیں کر پاتی کہ یہ چیز میری آخرت کے لئے مفید ہے یا نقصان دہ اور وہ لوگ غلطی کر کے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، اور جب بندہ محنت کر کے اس قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ کو اعتدال پر لاتا ہے تو اس کی عقل کامل ہوجاتی ہے اور صحیح فیصلہ کرنے لگتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کل تک جو ڈالر کے لئے نماز کو چھوڑتا تھا آج وہ نماز کے لئے ڈالر کو چھوڑتا ہے، اس لئے کہ جیسے جیسے یہ دونوں قوّتیں معتدل ہوتی چلی جاتی ہیں اتنی ہی عقل کامل ہوتی چلی جاتی ہے، یہ دو قوّتیں جب بالکل اعتدال پر ہوں گی تب عقل بھی پوری کامل ہوگی اور اس کے بعد عقل صرف اچھے کاموں کی طرف رہنمائی کرے گی۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں

جب یہ تین قوّتیں؛ قوّتِ غضبیہ، قوّتِ شہویہ اور قوّتِ عقلیہ ٹھیک ہو جائیں تو ایسے شخص کو عادل کہتے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب ایسے ہی تھے، اسی لئے یہ ایک متّفقہ اصول ہے:

اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ

صحابہ رضی اللہ عنہم سارے کے سارے عادل ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ تینوں قوّتیں بالکل ٹھیک تھیں اور اعتدال پر آ چکی تھیں، اور جس کے اندر یہ تینوں قوّتیں اعتدال کے درجے پر ہوتی ہیں وہ گناہ نہیں کرسکتا، اور جب گناہ نہیں کرسکتا تو وہ ہمیشہ کے لئے رَضِيَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا مصداق بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دونوں قوّتیں ہمارے فائدے کے لئے دی ہیں، شہوت بُری چیز نہیں ہے، اگر شہوت نہ ہوتی تو اولاد کیسے پیدا ہوتی؟ اولاد پیدا نہ ہوتی تو دنیا میں انسان اب تک کیسے رہتے؟ ہاں، اگر شہوت اپنی حد سے آگے بڑھ جائے تو بُری چیز ہے، غصّہ بُرا نہیں ہے، اگر غصّہ حد سے آگے بڑھ جائے تو بُرا ہے، اگر کسی کی یہ قوّتیں اعتدال کے ساتھ اپنی جگہ پر رہیں تو ایسے شخص کو کسی شیخ کی ضرورت نہیں ہے، اسے بیعت ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اسے مراقبہ کی بھی ضرورت نہیں ہے، ذکرِ جہری کی بھی ضرورت نہیں ہے، اشغال کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ آدمی تندرست ہے، اسے نہ ڈاکٹر کی ضرورت ہے نہ دوا کی، میں آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بہت آسان انداز میں سلوک سمجھا رہا ہوں، آپ

کی حسنِ طلب کی برکت سے یہ باتیں اسی وقت وارد ہورہی ہیں۔

طبیب اور دوا کی ضرورت

لیکن اگر یہ قوّتیں اعتدال کی حد سے نکل جائیں تو اب روحانی اعتبار سے بیمار ہوگئے، اب علاج کی فکر کرنی پڑے گی، جسمانی بیماری اگر چھوٹی ہے تو گھر پر رہ کر ڈاکٹر کے مشورے سے علاج ہوسکتا ہے، لیکن بڑی بیماریوں کے لئے ہسپتال (hospital) جانا پڑے گا، اسی طرح روحانی بیماری کے لئے بھی ڈاکٹر کی اور ہسپتال کی ضرورت پڑے گی، روحانی بیماریوں کے لئے شیخ ڈاکٹر ہیں، ان کی نگرانی میں علاج کرانا پڑے گا، اور بیماری بڑی ہوگی تو ہسپتال یعنی خانقاہ میں بھی کچھ وقت رہنا پڑے گا۔

مریض جب توجّہ کے ساتھ ماہر طبیب سے اپنا علاج کرائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ تندرست ہوجائے گا، اب صحت یاب ہونے کے بعد اسے ڈاکٹر یعنی شیخ کی ضرورت نہیں ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ چونکہ شیخ کی برکت سے اسے روحانی شفا ملی ہے اس لئے اس کے دل میں شیخ کی محبت اور عظمت رہتی ہے اور وہ ہمیشہ شیخ کا احسان مند رہتا ہے اس لئے وہ شیخ کو چھوڑتا نہیں ہے، اسی طرح شیخ سے تعلّق کی برکت سے نگرانی رہتی ہے اور دوبارہ بیمار ہونے کی صورت میں متنبّہ ہوگا اور علاج کی طرف فوراً توجّہ کرسکے گا، ورنہ اصلاح اور تزکیہ ہو جانے کے بعد رابطۂ شیخ ضروری نہیں ہے اس لئے کہ اب وہ بیمار نہیں ہے، اب اشغال چھوڑ دے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ دواؤں کی اب ضرورت نہیں رہی، ہاں، اگر بے پرواہی ہوئی اور پھر بیمار ہوگیا تو اب دوبارہ شیخ سے رابطے کی ضرورت ہوگی اور ان کی نگرانی میں اشغال بھی اختیار کرنے پڑیں گے اور ہوسکتا ہے کہ دوبارہ ہسپتال میں بھی رہنا پڑے۔

بیمار لیکن نہ طبیب نہ دوا؟

خلاصہ یہ کہ کامیابی اور ناکامی، اچھائی اور بُرائی کا مدار ان دو قوّتوں پر ہے، پوری دنیا میں جتنے فسادات ہیں ان سب کی وجہ یہی ہے کہ قوّتِ غضبیہ یا قوّتِ شہویہ اپنی حد سے نکلی ہوئی ہے، لوگ ظلم کرتے ہیں، cheating (دھوکہ دہی) کرتے ہیں، رشوت لیتے ہیں، یہ اس لئے کہ قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی ہیں، اب ایک انسان بیمار ہے مگر نہ طبیب ہے نہ دوا، تو تندرست کیسے ہوگا؟ بیمار کو تو طبیب کی نگرانی اور دوا دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

تندرست آدمی اچھی غذا استعمال کرے اور زہر سے بچے

اگر تندرست ہے تو اسے نہ طبیب کی ضرورت ہے نہ دوا کی، لیکن غذا کی ضرورت ہوگی، اسی طرح زہر اور نقصان دہ غذا سے بچنے کی بھی ضرورت ہوگی، اس سلسلے میں شریعت نے رہنمائی فرمائی ہے، بُرائی کے جتنے کام ہیں وہ زہر ہیں اور اچھائی کے جتنے کام ہیں وہ غذا، غذا میں بھی کچھ فرض ہیں، کچھ واجب ہیں، کچھ سنّت ہیں، کچھ مستحب ہیں اور کچھ نفل، یہ سب غذائیں ہیں اور ان کو اہتمام سے اختیار کرنا ہے، اسی طرح زہر میں کچھ چیزیں حرام ہیں اور کچھ مکروہ، ان سے بچنا ہے۔

ایک شخص فرض بھی ادا کرتا ہے، واجب بھی، سنّت بھی، مستحب بھی اور نفل بھی، تو اس کی صحت بہت اچھی ہوگی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک آدمی روٹی، سالن، چاول بھی کھاتا ہے اور اس کے ساتھ پھل، دودھ، گھی وغیرہ چیزیں بھی حد میں رہ کر استعمال کرتا ہے، وہ بڑے مزے سے کھائے گا اور اس کی صحت بھی بہت اچھی رہے گی۔

دوسری طرف حرام، مکروہاتِ تحریمیہ اور مکروہاتِ تنزیہیہ ہیں؛ مکروہاتِ تنزیہیہ نقصان دہ ہیں اس لئے کہ ان سے ثواب میں کمی آجاتی ہے، مکروہاتِ تحریمیہ اور حرام روحانی صحت کے لئے زہر ہیں، ان سے روحانیت کو بہت زیادہ نقصان ہوگا، تو مکروہاتِ تنزیہیہ نقصان دہ، مکروہاتِ تحریمیہ اس سے زیادہ نقصان دہ اور حرام کا نقصان تو بہت ہی زیادہ ہوگا، اچھے کاموں کا بھی یہی حال ہے، نفل کا فائدہ ہوگا، مستحب کا فائدہ اس سے زیادہ ہوگا، سنّت کا اس سے بھی زیادہ، واجب کا اور زیادہ، اور فرض کا فائدہ ان سب سے زیادہ ہوگا۔

روحانی dieting (غذا میں احتیاط)

پھر جس طرح جسمانی غذا میں dieting (غذا میں احتیاط) ہوتی ہے کہ ساری چیزیں حد میں رہ کر کھائی جاتی ہیں، ضرورت سے زائد کھانے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے، اسی طرح روحانی غذا کے لئے بھی حد بندی ہے کہ فجر میں آپ بطورِ فرض کے دو رکعات ہی پڑھ سکتے ہیں، چار نہیں، کوئی اگر یہ کہے کہ یہ spiritual food (روحانی غذا) ہے اس لئے میں فجر میں دو کے بجائے چار رکعات پڑھوں گا، یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوگا اور روحانیت کے لئے نقصان دہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی عید کے دن بھی روزہ رکھنا چاہے تو فائدے کے بجائے نقصان ہوگا، جسم کے لئے غذا کی مقدار اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی جسم کو ضرورت ہے، اور روح کے لئے بھی غذا کی مقدار اتنی ہی ہونی چاہئے جتنی روح کو ضرورت ہے۔

بیماری کی وجہ سے غذا کی اشتہاء نہیں رہتی

اگر انسان جسمانی اعتبار سے بالکل تندرست اور صحیح سالم ہے تو وہ غذا استعمال کرتا رہے، اسے کسی قسم کی دوا کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر بیمار ہو جائے تو غذا کا استعمال کم

ہوجائے گا یا بالکل بند ہوجائے گا، یا یہ کہ کھائے گا مگر اس کی وجہ سے جسم کے لئے جو مفید اجزاء بننے چاہئے وہ نہیں بنیں گے، اب اسے دوا کی ضرورت ہے جس کے ذریعے وہ غذا استعمال کرنے کی یا جو کھانا اندر جا رہا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔

اسی طرح اگر کسی کی قوّتِ غضبیہ اور قوّتِ شہویہ حد سے آگے بڑھ جائے اور وہ روحانی اعتبار سے بیمار ہوجائے تو پھر وہ بھی روحانی غذا استعمال نہیں کر سکے گا، وہ فرض نہیں ادا کر سکے گا، اگر کسی طرح فرض ادا کر لیتا ہے تو واجب کی ہمّت نہیں ہوگی، واجب ادا کر لیتا ہے تو سنن، نوافل اور مستحبّات کی ہمّت نہیں ہوگی، جیسے جسمانی مریض کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو جبر کر کے ایک آدھ روٹی کھا پاتا ہے، اس سے کہو کہ کچھ اور بھی لو، کم سے کم ایک سموسہ (somosa) تو لے لو، تو کہے گا کہ نہیں، دل نہیں چاہتا، اسی طرح روحانی مریض کا حال ہوتا ہے کہ فرض تو کسی طرح ادا کر لیا، اب کوئی کہے کہ بھائی! سنّت بھی پڑھ لو، تو کہے گا کہ نہیں، فرض ادا کرلیا، بس اب دل نہیں چاہتا، بیماری کی وجہ سے ہمّت ہی نہیں ہوتی کہ غذا استعمال کرے، لیکن اگر روحانی اعتبار سے تندرست ہوگا تو ہر قسم کی غذا کی طرف رغبت ہوگی، فرض، واجب، سنّت، مستحب اور نفل تمام اعمال مرغوب ہوں گے اور کرتے ہوئے لطف بھی خوب آئے گا۔

تو یا تو روحانی غذا کی اشتہاء ہی نہیں ہے یا ہے تو بہت کم، یا پوری غذا لے رہا ہے یعنی سارے اعمال کر رہا ہے؛ فرض، واجب، سنّت، نفل مگر ان کا اس کی روحانی زندگی اور روحانی صحت پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، کوئی فائدہ نظر نہیں آ رہا ہے، ایسے بہت لوگ ہوتے ہیں کہ سالہا سال تک تمام اعمال کا اہتمام کرتے ہیں مگر وہ خود کہتے ہیں کہ دس سال پہلے جو کیفیت

تھی آج بھی وہی ہے، معلوم ہوا کہ غذا کا استعمال تو ہے مگر اندر مفید اجزاء نہیں بن رہے ہیں، غذا کے اس استعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اعمال کی غذا کے ساتھ گناہوں کا زہر بھی کھا رہے ہیں۔

اب غذا کی اشتہاء پیدا کرنے کے لئے یا جو غذا اندر جا رہی ہے اسے مفید بنانے کے لئے دوا کی ضرورت ہوگی، اور جہاں دوا کی ضرورت ہوتی ہے وہاں طبیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے کہتے ہیں کہ کسی شیخ سے بیعت ہو جاؤ اور اس کو اپنا طبیب مقرر کرلو، اور پھر وہ جو دوا بتلاتا ہے اس کا استعمال کرو تاکہ غذا کی اشتہاء بھی صحیح ہو جائے اور جو غذا اندر جا رہی ہے وہ مفید اجزاء بھی پیدا کرے تاکہ آپ کی صحت ٹھیک ہو اور روح دوبارہ طاقتور بنے، جب آپ ٹھیک ہو جائیں گے تو آپ کو نہ طبیب کی ضرورت ہوگی نہ دوا کی۔

غذا اور دوا دونوں ضروری

قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ میں جتنے اعمال کا ذکر آیا ہے؛ نماز، روزہ، زکوۃ، تلاوت، تسبیح، تہلیل، تکبیر وغیرہ، یہ سب غذائیں ہیں، اور شیخ جو اشغال بتاتا ہے وہ دوا ہے، اگر کوئی تیسرا کلمہ پڑھتا ہے کیونکہ حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے تو یہ دوا نہیں ہے بلکہ غذا ہے، اور غذا سے کماحقہٗ فائدہ اس کو ہوتا ہے جو بیمار نہ ہو۔

مراقبہ، ذکرِ جہری، یہ ساری دوائیں ہیں، قرآن اور حدیث میں آپ کو غذا ملتی ہے اور مشائخ کے بتلائے ہوئے اشغال میں دوا ملتی ہے، غذا اور دوا دونوں کا استعمال صحیح انداز میں ضروری ہے، اب اگر کوئی بیمار ہے اور وہ صرف غذا کا استعمال کرتا ہے اور دوا نہیں لیتا تو وہ ٹھیک نہیں ہوگا، اور دوسرا شخص بیمار ہے، وہ بیماری کا اقرار کر کے کسی روحانی طبیب کے پاس

جا کر بیعت ہو جاتا ہے، اسے اپنا طبیب بنا لیتا ہے، پھر وہ جو اشغال (دوائیں) بتلاتا ہے اس کا بھی خوب اہتمام کرتا ہے لیکن اعمال (غذا) کا اہتمام نہیں کرتا، تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہوگا، اس لئے کہ غذا کے بغیر دوا کام نہیں کرتی، شیخ کی بتلائی ہوئی دوا بھی ضروری ہے اور ساتھ میں غذا بھی ضروری ہے۔

جی چاہے یا نہ چاہے، اعمال کا اہتمام کرنا ہی پڑے گا، اور یہی مجاہدہ ہے کہ نہ چاہنے کے باوجود کوشش کر کے اعمال کو کرتا رہے، بیمار آدمی کو کھانے کا جی نہیں ہوتا مگر پھر بھی اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھو! دوا لینے سے پہلے پیٹ میں کم سے کم ایک روٹی جانی چاہئے، جبر کر کے مریض کو روٹی کھلاتے ہیں اور اس کے بعد دوا دیتے ہیں، مریض کو روٹی کھانے میں بہت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، بہت مشقّت اٹھانی پڑتی ہے، لیکن دوا کا فائدہ بھی تو اسی وقت ہوگا جب وہ طبیب کے بتلائے ہوئے طریقے سے علاج کرے گا، اسی طرح شیخ کی بتلائی ہوئی دوا لینی ہے، مگر اس کے ساتھ مجاہدہ کر کے غذا بھی لینی پڑے گی؛ فرض، واجب، سنّت، مستحب، ان کو نہ چاہنے کے باوجود کرنا پڑے گا، اسی طرح زہر یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی بچنا پڑے گا، یہ تصوّف کا خلاصہ ہے۔

تصوّف میں ضروری چیزیں

تصوّف میں تین چیزوں کی ضرورت ہے؛ (۱) مجاہدہ: نہ چاہنے کے باوجود اعمال کو اختیار کرنا اور طاعات کو بجالانا، یہ غذا ہے، اور معاصی یعنی زہر سے بچنا، (۲) معمولات کی پابندی، یہ دوا ہے، (۳) شیخ کی صحبت: یہ surgery (مطب/ دوا خانہ) جانا اور consultation (مشاورت) کے لئے برابر رابطہ رکھنا ہے۔

اس تفصیل سے ان تینوں چیزوں کی کتنی اہمیت ہے وہ سمجھ میں آ گیا ہوگا، اب اگر کوئی صرف غذا کا اہتمام کرتا ہے مگر دوا نہیں لیتا اور surgery (مطب/دواخانہ) نہیں جاتا، ایسا شخص ناکام ہوگا، دوائیں بہت اہتمام سے کھاتا ہے مگر ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتا اور غذا نہیں لیتا، ایسا شخص بھی ناکام ہوگا، اگر ڈاکٹر کے پاس surgery (مطب/دواخانہ) جاتا ہے، خانقاہ یعنی روحانی ہسپتال میں وقت گزارتا ہے اور شیخ یعنی روحانی طبیب کی صحبت اور نگرانی میں رہتا ہے، لیکن وہاں رہ کر نہ مجاہدہ اختیار کرتا ہے نہ اشغال کی پابندی، نہ غذا لیتا ہے نہ دوا، تو ایسا شخص بھی ناکام رہے گا، پوری زندگی اس دھوکے میں گزر جائے گی کہ میں تو اپنے علاج کی بہت فکر کر رہا ہوں، مگر آخرت میں پتا چلے گا کہ جتنا بیمار تھا اس سے زیادہ بیمار ہوکر آیا ہے۔

مجاہدے کے دو درجے

میرے عزیزو! اعمالِ صالحہ یعنی طاعات کو بجالانے اور معاصی سے بچنے کا خوب اہتمام کرو، فرائض، واجبات، سننِ مؤکّدہ کا اہتمام کرو، حرام سے اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچو، یہ مجاہدے کا پہلا درجہ ہے،

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ[1]

میرا بندہ میرا تقرّب کسی ایسی چیز سے حاصل نہیں کرتا جو مجھے ان چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جو میں نے اس پر ضروری کی ہیں۔

میرا بندہ مجھ سے تقرّب حاصل کرنے کے لئے جو اعمال کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ اعمال ہیں جو میں نے اس پر ضروری کئے ہیں، یعنی فرض اور واجب کو بجا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

لانا اور گناہوں سے بچنا، اور جب یہ چیزیں مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں تو میرا بندہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے اور گناہوں سے دور رہ کر میرا جتنا قرب حاصل کرسکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے نہیں۔

اور اس کے ساتھ سننِ غیر مؤکّدہ، مستحبّات اور نوافل کا بھی اہتمام کرو، مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی بچو، یہ مجاہدے کا دوسرا درجہ ہے،

وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ[1]
اور میرا بندہ میرا تقرّب برابر حاصل کرتا رہتا ہے نفل اعمال کے ذریعے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

جو پہلے درجے کے مجاہدے کو اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عاشق ہو جاتا ہے اور جو دوسرے درجے کے مجاہدے کو بھی گرفت میں لے آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

ایک مریض صرف سالن اور روٹی کھاتا ہے تو وہ پہلے درجے کا مجاہدہ کرتا ہے، اس کی صحت اچھی ہوگی، اور دوسرا مریض روٹی اور سالن کے ساتھ پھل بھی کھاتا ہے، دودھ بھی پیتا ہے، تو اس کی صحت پہلے والے سے زیادہ اچھی ہوگی، اس لئے صرف فرائض و واجبات پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے، بلکہ سنن، مستحبّات اور نوافل کا بھی جتنا زیادہ اہتمام ہو سکے کرنا چاہئے، اور چونکہ ہم بیمار ہیں اس لئے دواؤں کا بھی اہتمام ضروری ہے، یعنی اشغال اور معمولات کی پابندی بھی کرنی چاہئے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

مشائخ سے رابطہ رکھو

جن بزرگوں سے بیعت ہوئے ہیں ان کے ساتھ اگر رابطہ نہیں ہے تو رابطہ پیدا کرو، ان کی surgery (مطب/ دوا خانے) میں نہیں جار رہے ہیں تو اب جانا شروع کرو، surgery (مطب/دوا خانے) میں جارر ہے ہیں مگر consultation (مشاورت) نہیں ہے تو اب consultation (مشاورت) کرو، ان کو بتاؤ کہ میری یہ یہ بیماریاں ہیں، اور وہ جو دوائیں تجویز کریں ان کا استعمال کرو، دوا کے استعمال کے ساتھ مجاہدہ بھی کرو، شروع شروع میں بہت کڑوا لگے گا لیکن دوا اور مجاہدہ دونوں کا اہتمام ہوتا رہے گا تو یہ مجاہدہ آسان اور میٹھا ہوتا چلا جائے گا۔

اگر ان تمام باتوں کا اہتمام ہوگا تو آدمی روحانی اعتبار سے تندرست ہو جائے گا، اور جب روح تندرست ہوگی تو نفسِ امّارہ گندگی سے نکل کر مطمئنہ ہو جائے گا، اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اترے گی، ایسے دل والا شخص صاحبِ نسبت کہلاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی ولایت اور نسبت حاصل ہو جاتی ہے، یہ صفتِ احسان سے متّصف ہو جاتا ہے، اب اسے یا تو ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما نظر آتی ہے یا اسے یہ احساس رہتا ہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ[1]

(صفتِ احسان یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا تو (یاد رکھ کہ) وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن الإيمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، و بيان النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم له، ح(٥٠)

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ایک شعر میں سمجھاتے ہیں:

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو، ذکر کا تکرار ہو

یہ سالکین کے لئے بہت اہم سبق ہے، صرف مراقبے اور اشغال میں لگے رہنے سے کامیابی نہیں ہوگی، یہ پورا پروگرام اختیار کرنا پڑے گا، اس پوری ترتیب پر عمل کرنا پڑے گا، معمولات کی پابندی بھی ضروری ہے اور شیخ کی صحبت بھی ضروری ہے، شیخ اگر دور ہے تو فون یا خط و کتابت سے رابطے میں رہنا چاہئے، میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مکاتبت بمتابعت صحبتِ شیخ کے قائم مقام ہے۔ شیخ کی صحبت ضروری بھی ہے اور مفید بھی، مگر صرف بیٹھ کر آجانا کافی نہیں ہے، ایک مہینے، دو مہینے کے بعد اپنے احوال بھی بتاؤ اور رہنمائی لو۔

تو اطّلاع و اتّباع کے ساتھ شیخ کی صحبت، معاصی سے اجتناب اور معمولات کی پابندی کے ساتھ طاعات کا اہتمام، یہ پورا package (پروگرام) اگر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنی نسبت عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ جس طرح ماں باپ کے واسطے سے ہمیں دنیا میں وجود عطا فرماتے ہیں اور استاذ کے واسطے سے علم عطا فرماتے ہیں اسی طرح شیخ کے واسطے سے اپنی نسبت عطا فرمائیں گے، مگر اس کے لئے تین چیزیں چاہئے: معصیت سے اجتناب، ذکر کا تکرار اور صحبتِ مرشد۔

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو، ذکر کا تکرار ہو

آج بھی ولی بننا ممکن ہے

اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے ہر دور میں اونچے درجے کے اولیاءِ کرام دنیا میں بھیجے ہیں، لوگوں کے ذہنوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں لوگ بیعت ہوتے تھے، مشائخ سے تعلّق رکھتے تھے، ان کو ولایت کے بہت اونچے مقامات حاصل ہوتے تھے، ہمارے زمانے میں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ میرے بھائیو! ہمارے زمانے میں بھی ولیوں کی کوئی کمی نہیں ہے، کمی ہماری طلب میں ہے کہ ہم اس پورے package (پروگرام) پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، پہلے زمانے کے لوگ اس پورے package (پروگرام) پر عمل کرتے تھے، ہمارے زمانے میں بیعت تو الحمد للہ تقریباً سب ہی ہو جاتے ہیں، سب کا مشائخ سے تعلّق ہوتا ہے مگر کمی اس کے بعد کے حصّے میں رہتی ہے؛ نہ ذکر واذکار نہ معمولات کی پابندی نہ مجاہدہ، جو اعمال زندگی میں آ گئے ہیں، ان پر مطمئن ہو کر قناعت کر لیتے ہیں، اور جو اعمال زندگی میں نہیں ہیں، ان کی بالکل فکر نہیں ہوتی۔

اگر کوئی شخص نمازوں کا پابند ہو چکا ہے تو وہ نمازوں کا اہتمام کرتا رہے گا یہاں تک کہ تکبیرِ اُولی بھی فوت نہیں ہوگی، مگر غیبت کی جو عادت ہے اس سے بچنے کا مجاہدہ نہیں ہوتا، کوشش تک نہیں ہوتی، بلکہ خیال تک نہیں گزرتا کہ غیبت گناہِ کبیرہ ہے اور مجھے اس سے بچنا چاہئے، روزانہ کم سے کم محاسبہ ہی کر لیتے کہ دن میں کتنی مرتبہ غیبت ہوئی ہے اور اس سلسلے میں مجھے کتنا کنٹرول (control) ہے؟ مگر نہیں، اس کی طرف بالکل توجّہ ہی نہیں ہے، اسی طرح بدنظری کے معاملے میں بھی کوئی کوشش نہیں، ایسا سمجھ لیا گیا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، دوسری طرف نماز کا حال یہ ہے کہ پہلے دو پڑھتا تھا، پھر تین پر آیا، پھر چار پڑھنے لگا، اور اب

پانچوں نمازیں ہو رہی ہیں، پہلے گھر پہ پڑھتا تھا، اب جماعت کے ساتھ پڑھ رہا ہے، اب صفِ اوّل میں تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ پڑھ رہا ہے، نماز کو تو مقصد بنایا ہے لیکن بدنظری سے نجات پانے کو مقصد نہیں بنایا، بلکہ اس کے بارے میں پوری لاپرواہی ہے، تو میرے عزیزو! پورے دین کی فکر کرنی ہے، اور اس کے لئے تین کام ضروری ہیں: مجاہدہ، معمولات اور صحبتِ شیخ۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب ایک بات آپ حضرات کے ذہنوں میں کھٹک رہی ہوگی کہ یہ بڑے بڑے مشائخ جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان سب کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ یہ سارے حضرات روحانی اعتبار سے تندرست تھے، بیمار نہیں تھے، تو پھر یہ حضرات دوا کیوں استعمال کرتے تھے؟ ان کو دوا کی کیا ضرورت تھی؟ دوا کی ضرورت تو بیمار کو ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو دوا کی ضرورت نہیں تھی مگر دوا کو استعمال کرتے کرتے اس کے ساتھ ایسا انس اور لگاؤ ہو جاتا ہے کہ بعد میں یہ چھوڑے بھی نہیں چھوٹتی، اور یہی دوا اس درجے کے حضرات کو وٹامن (vitamin) کا کام دیتی ہے، اب یہ روحانی ترقّی کا سبب بنتی ہے، تو اس درجے کے لوگ اگر مراقبے کو بالکل چھوڑ دیں، اشغال کو بالکل چھوڑ دیں تو ان کو کچھ نقصان نہیں ہوگا، لیکن کرتے رہیں گے تو مزید ترقّی ہوگی۔

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کی ملاقات ہوئی، حضرت کے ہاتھ میں

تسبیح تھی، وہ شخص بھی سمجھ دار تھا، اس نے پوچھا کہ حضرت، یہ تسبیح تو ہاتھ میں اس لئے ہوتی ہے کہ غافل شخص کو اس کی برکت سے ذکر کرنا یاد آئے، آپ کا دل تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہر وقت مشغول رہتا ہے، آپ کو تسبیح کی کیا ضرورت؟ حضرت نے فرمایا کہ کیا اسی کے ساتھ بے وفائی کروں جس کی برکت سے اللہ تک پہنچا ہوں؟[1] دل پہلے غافل تھا، ہاتھ میں تسبیح رہی تو ذکر کی توفیق نصیب ہوئی، اور پھر ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں پیوست ہو گئی، تو جس چیز نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے کیا اسی کو چھوڑ دوں؟

زندگی کے آخری لمحات میں بھی ذکر نہیں چھوڑا

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جس دن انتقال ہوا اس دن بھی حضرت نے اپنا ذکرِ جہری نہیں چھوڑا، وہ ذکر کسی نے کیسٹ (cassette) پر محفوظ کر لیا تھا اور مجھ تک بھی اس کی نقل پہنچی تھی، میں نے بھی کیسٹ سے وہ ذکر سنا ہے، میرے پاس گھر میں کسی جگہ یہ کیسٹ پڑی ہوئی ہو گی، اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے، حضرت نے بیماری میں بھی اپنے معمولات نہیں چھوڑے، تو ہم لوگ جو روحانی بیمار ہیں، ہم اپنے معمولات کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ بیمار ہو کر بھی ہم دو دن مراقبہ کرتے ہیں اور چار دن چھوڑتے ہیں، دو دن ذکر کرتے ہیں اور پانچ دن چھوڑتے ہیں، صرف حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی نہیں، بلکہ ہمارے سارے اکابر میں سے آپ کو ایسا کوئی نہیں ملے گا جس نے معمولات کا اہتمام نہ کیا ہو۔

---

[1] تاریخ بغداد: ۲۴۵/۱

حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ ستّر ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا ذکر کرنا

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل دیکھئے، حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ذکر میں بڑھایا، چشتی سلسلے میں بارہ تسبیح ہوتی ہیں، دوسو(۲۰۰) مرتبہ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰه، چارسو(۴۰۰)مرتبہ إِلَّا اللّٰه، چھ سو(۶۰۰)مرتبہ اَللّٰهُ اَللّٰه اور ساتھ میں ایک سو(۱۰۰) مرتبہ اسمِ ذات اَللّٰه، اور پھر اسمِ ذات کو بڑھایا جاتا ہے، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھاتے بڑھاتے اسمِ ذات کے ذکر کو ستّر ہزار(۷۰۰۰۰) تک پہنچایا تھا۔[1] حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ پہلے نظام الدین میں فجر کی نماز کے بعد کے اجتماعی اعمال میں شریک ہوتے تھے، پھر وہاں سے فارغ ہونے کے بعد نظام الدین کے قریب ہمایوں کا مقبرہ ہے جہاں یکسوئی ملتی تھی، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے جاتے تھے، اپنا ذکر کرتے تھے اور ظہر سے پہلے لوٹتے تھے، یہ پورا ذکر؛ بارہ(۱۲) تسبیح اور ستّر ہزار(۷۰۰۰۰) مرتبہ اسمِ ذات روزانہ وہاں بیٹھ کر پورا کرتے تھے۔[2] جب آدمی اس طرح ذکر کرتا ہے تب اللہ کا ذکر دل میں بس جاتا ہے، بلکہ بال بال اور رُواں رُواں اس سے منوّر ہو جاتا ہے اور پھر حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جب ایسے اہل اللہ پر نظر پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجاتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ[3]

---

[1] سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ: ۱/۲۲۳

[2] سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ: ۱/۲۲۳

[3] سنن ابن ماجه، ح(۴۱۵۲)

ان پر نظر پڑتی ہے تو دیکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے دل کو سکون

جن لوگوں نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے وہ اس کی تصدیق کریں گے، میں نے بھی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے اور ویسے تو میری جوانی تھی، بلکہ بچپن تھا اور بزرگوں کے بارے میں سوجھ بوجھ کے اعتبار سے میں بالکل نادان تھا، مگر میں اپنے دل کی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ جب بھی تبلیغی اجتماع میں شریک ہوا تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوتا تھا، حضرت توحید، ایمان و یقین اور فکرِ آخرت پر بہت پُرتاثیر بیان کرتے تھے، اس وقت بھی مجھے حضرت مولانا سے محبت تھی اور اب تک ہے، ان کے بیانات مجھے بہت پسند تھے، میں ان کے بیان میں پورا محو ہو جاتا تھا، لیکن اس کے باوجود اندر میرے دل کا ایک حصّہ اس بات کی تمنّا میں رہتا تھا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کب تشریف لے آئیں تاکہ ان کے چہرے کی زیارت سے دل کو سکون پہنچے، جیسے ہی مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہونے کو آتا تھا اور حضرت مولانا سلیمان جھانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر مسجد میں یا پنڈال میں داخل ہوتے تھے، تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا بادلوں کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ایک دم بادل ہٹ گئے اور سورج نمودار ہوا جس کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہی روشنی ہوگئی۔

میری ایک ہی چاہت

میرے عزیزو! میری تو بس ایک ہی چاہت ہے کہ سب اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ سے اپنا تعلّق جوڑ لیں، سب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جائیں، سب اللہ تعالیٰ کے ولی ہو جائیں، اس

مقصد تک پہنچنے کے لئے ہمیں یہ تینوں کام کرنے ہیں، ان میں سے معمولات کے لئے روزانہ تھوڑے وقت کی ضرورت ہوگی، اب اللہ تعالیٰ زیادہ مجاہدہ نہیں کراتے اس لئے کہ ماحول بہت خراب ہے، ایسے ماحول میں اگر کوئی بارہ تسبیح کا اہتمام کر پاتا ہے تو یہ بھی بڑی بات ہے، پہلے ماحول اچھا تھا تو ایک گھنٹے کا مراقبہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، اب ماحول بُرا ہے، دنیا مادّیت اور شرور وفتن سے بھری ہوئی ہے، سب دنیا کمانے کے چکّر میں ہیں، ایسے ماحول میں دس منٹ نکال کر مراقبہ کرنے کا مجاہدہ اُس ایک گھنٹے کے مجاہدے سے بڑھا ہوا ہے، اِس ماحول میں ایک ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اُس وقت کے کئی ہزار کے مجاہدے پر بھاری ہے، میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک زمانے میں tablets (گولیاں) بڑی بڑی ہوتی تھیں، وہ گولیاں نہیں بلکہ گولے ہوتے تھے، پھر ڈاکٹروں نے research (تحقیق) کر کے چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا دیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری روحانی کمزوری کو دیکھ کر ہزاروں کے جو گولے تھے ان کو اب صرف پانچ سو اور آٹھ سو اور بارہ سو کی گولیوں میں تبدیل کر دیا، اس سے وہی فائدہ حاصل ہو جاتا ہے جو پہلے ہزاروں کے ورد سے حاصل ہوتا تھا۔ بس میرے بھائیو! ہمّت کرو اور آگے بڑھو۔

ہمارے ذمّے کوشش کرنا ہے

ایک آخری بات سنا کر ختم کرتا ہوں، حضرت شاہ غلام رسول صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے پاس بیعت ہونے کے لئے گئے، شیخ نے استخارے کے لئے فرمایا، جب دوبارہ حاضر ہوئے تو پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ بیعت تو غلامی ہے، خواہ مخواہ آزادی کو چھوڑ کر غلامی کی قید میں کیوں پھنستا ہے؟ تو میرے نفس نے کہا کہ اس قید سے مجھے خدا ملے گا۔ میں نے کہا کہ تیرا کونسا اختیار ہے کہ تجھے خدا مل ہی

جائے گا؟ اس نے کہا کہ اگر خدا نہ ملا تو ان کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ میں نے ان کو طلب کیا ہے، بس مجھے یہی کافی ہے۔[1]

یہ آپ حضرات کے خلوص اور طلب کی برکت ہے کہ اتنی طویل گفتگو ہوگئی، ورنہ بات کرنے کی نیت بالکل نہیں تھی، ذکر کی مجلس ہے اور ما شاء اللہ، بہت سے ایسے دوست بھی آ گئے جن کو سلوک سے تعلّق نہیں، اس لئے اسی وقت یہ چاہت ہوئی کہ ذکر سے پہلے اس سلسلے میں کچھ عرض کر دیا جائے، اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ذہن میں بہت اچھا مضمون ڈالا، بس میرے بھائیو! اس کی طرف توجّہ کرو، ہم سب اس کے محتاج ہیں، اپنے شیخ سے رابطہ رکھو اور رابطہ رکھ کر ان کی بتلائی ہوئی دوا کو استعمال کرو، مشائخ ماہر ہوتے ہیں، وہ آپ کے مشاغل کو سامنے رکھ کر دوا تجویز کریں گے، ان کو پتا ہوتا ہے کہ یہ مدرسے میں حدیث پڑھاتا ہے، یہ تفسیر پڑھاتا ہے، یہ فقہ پڑھاتا ہے، یہ مہتمم ہے، یہ طالبِ علم ہے، یہ ڈاکٹر ہے، یہ تاجر ہے، اِس کی اتنی مشغولی ہے اور اُس کی اتنی مشغولی ہے، جیسے ایک چھوٹے بچّے کو اور کسی بڑے شخص کو ایک ہی قسم کی بیماری ہے، لیکن ڈاکٹر بڑے کے لئے کڑوی دوا دیتا ہے اور چھوٹے کے لئے میٹھی، ڈاکٹر مریض کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ دوا کیسی اور کتنی دینی چاہیئے، مشائخ بھی اسی طرح ماہر ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ روحانی طبیب ہیں، وہ بھی مریض کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ دوا کیسی اور کتنی تجویز کرنی چاہیئے، بس اطّلاع اور اتبّاع ضروری ہے، اطّلاع اور اتبّاع ہوگا تو مریض اپنی مشغولی بتائے گا کہ آپ نے مجھے ایک پارے کی تلاوت کے لئے کہا تھا، بہت کوشش کے بعد الحمد للہ، روزانہ آدھے پارے کی

---

[1] التبلیغ: ۵/ ۴۸

تلاوت پر قابو آ گیا ہے، ایک عرصے کے بعد شیخ کو جب محسوس ہو گا کہ اس کی مشغولی اتنی ہے کہ ایک پارے کی گنجائش نہیں ہے، تو شیخ خود کہے گا کہ آپ آدھے پارے ہی کا معمول رکھئے، اور ساتھ تسلّی بھی دے گا کہ فکر مت کیجئے، گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ترقّی ہوگی۔

صحبتِ شیخ اور معمولات کی پابندی کے نتیجے میں دل پاک و صاف ہوتا ہے، اندر کی بیماریاں اور رذائل دور ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں اترتی ہے، مجاہدہ آسان ہوتا ہے، روحانی ترقّی نصیب ہوتی ہے، ولایت کا مقام نصیب ہوتا ہے، حسنِ خاتمے کی دولت ملتی ہے اور آخرت کی ساری منزلیں آسان اور مزے دار ہو جاتی ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ

اصلاح کے لئے مرشد کی ضرورت

اعمالِ باطنہ کی اصلاح عادتاً اس کے بغیر نہیں ہو سکتی کہ اپنے آپ کو کسی ایسے شیخِ مرشد کے حوالے کر دے جو باطنی فضائل اور رذائل میں پوری بصیرت اور مہارت رکھتا ہو، خود بھی باطنی رذائل سے پاک رہنے کی کوشش میں لگا ہو اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتا ہو، پھر اس کی تشخیص و تجویز کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر کے ٹھیک اسی طرح عمل کرے جس طرح ایک بیمار اپنے آپ کو کسی حکیم یا ڈاکٹر کے حوالہ کر کے اسی کی تشخیص و تجویز پر عمل کرتا ہے۔

(حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

وہ ذرا سی بات جو خلاصہ ہے تصوّف کا یہ ہے کہ نفس طاعت کو بجالانے میں جب سستی کرے تو اُسے اُس طاعت پر مجبور کیا جائے، اور جب اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی نافرمانی سے بچنے میں سستی کرے تو اُسے مجبور کر کے اُس نافرمانی سے بچایا جائے، جس کو یہ حاصل ہو جائے اس کو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اِسی سے تعلّق مع اللہ نصیب ہوتا ہے، اِسی سے تعلّق مع اللہ کی حفاظت ہوتی ہے، اور اسی سے تعلّق مع اللہ میں ترقّی ہوتی رہتی ہے۔

(حضرت حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

تصوّف اور سلوک
کا عمدہ خلاصہ

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

.... تفصیلات ....

وعظ کا نام : تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ وعظ : ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء

مقامِ وعظ : جامع مسجد، آزادول، جنوبی افریقہ

تصوّف اور سلوک کا عمدہ خلاصہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ﴾ (البروج:۱۱) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

طالبینِ محبتِ الٰہیہ کی صحبت: بڑی خوشی کا موقع

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنی محبت کو طلب کرنے والے حضرات کی صحبت کی سعادت نصیب فرمائی، آپ حضرات ہر مہینے آزادول (Azaadville) کی جامع مسجد میں حضرت مفتی محمد سعید متارا صاحب دامت برکاتہم کی صحبت میں حاضری دیتے ہیں، آپ کا یہ عمل بہت مبارک ہے۔

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اُسے آگیا ہے جینا، اُسے آگیا ہے مرنا

آپ حضرات کی یہاں آنے سے غرض یہی ہے کہ کسی طرح آپ کو اللہ تعالیٰ شانُہ کی محبت کا کچھ حصّہ نصیب ہوجائے، آپ کو حضرت مفتی صاحب کے بارے میں حسنِ ظن ہے کہ ہم حضرت مفتی صاحب کے پاس جائیں گے اور اُن کی صحبت میں بیٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ شانُہ نے ان کے دل میں اپنی محبت کی جو دولت رکھی ہے اس سے ہمیں بھی حصّہ ملے گا، اسی نیت سے آپ حضرات یہاں ہر مہینے آتے ہیں، اس لئے یہاں حاضرین میں سے ہر شخص کسی نہ کسی درجے میں طالبِ محبتِ الٰہیہ ہے، جب یہ بات ہے تو میرے لئے بڑی مسرّت اور خوشی کا موقع ہے کہ مجھے آج طالبینِ محبتِ الٰہیہ کی صحبت نصیب ہوئی ہے، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ شانُہ ان حاضرین کی برکت سے مجھے بھی اس جماعت کا فرد بنادیں گے۔

حضرت مفتی صاحب نے شفقت فرمائی، انہیں جیسے ہی میرے سفر کی اطّلاع ہوئی، انہوں نے قاری حذیفہ صاحب کو کہہ دیا کہ سنیچر کو عشاء کی نماز کے بعد ہمارے پروگرام میں شرکت کرکے کچھ گفتگو کرنی ہے، میرے دل میں الحمدللہ حضرت مفتی صاحب مدّظلّہم العالی کی قدر ہے، اور پھر یہ کہ یہ مجلس بھی مبارک ہے اس لئے مجھے دعوت نہ ملتی تب بھی میں ضرور شرکت کرتا۔

راہِ سلوک میں رابطۂ شیخ اور توحیدِ مطلب ضروری ہے

آپ حضرات اس مجلس کا ضرور اہتمام کیجئے، اور دیگر مشائخ سے تعلّق رکھنے والے جو دوسرے حضرات یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ بھی اپنے

اپنے مشائخ کے ساتھ اپنا تعلّق مضبوط کریں، اس لئے کہ اس راہ میں کامیابی کے لئے اپنے شیخ کے ساتھ تعلّق اور رابطہ بہت ضروری ہے، بلکہ اوّلین شرط اور اہم رکن ہے، تعلّق اور رابطے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ قلبی ربط ہو، اور وہ بھی پوری تعظیم، عقیدت ومحبت اور توحیدِ مطلب کے ساتھ۔

توحیدِ مطلب کسے کہتے ہیں؟

توحیدِ مطلب کے معنی یہ ہیں کہ یہ اعتقاد رکھے کہ مجھے روحانی فیض، روحانی ترقّی اور روحانی کامیابی صرف میرے شیخ کے واسطے سے ملے گی، منزلِ مقصود تک انہی کے ذریعے رسائی ہوگی، جیسے ایک دودھ پینے والا بچّہ اپنی ماں ہی کو تلاش کرتا ہے، چاہے اس کے اردگرد ہزاروں دودھ پلانے والیاں موجود ہوں، اگر اس کی ماں کالی کلوٹی اور بدصورت ہو اور وہاں کوئی دوسری گوری چٹّی خوبصورت عورت آجائے، تب بھی وہ بچّہ اپنی ماں کے پاس ہی جائے گا، اس لئے کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ میری ضرورت اس کالی کلوٹی ماں سے ہی پوری ہوگی، مجھے جو شفقت، محبت، خیرخواہی اور ہمدردی اس سے ملے گی وہ اس خوبصورت عورت سے نہیں ملے گی، توحیدِ مطلب کی برکت سے سالک شیطان کے خلل ڈالنے سے محفوظ ہوجاتا ہے، اس کے بغیر سالک تشویش میں رہتا ہے اور بھٹکتا رہتا ہے، شیطان ایسے شخص کو مقصد سے ہٹادیتا ہے۔

جتنی عقیدت اتنا فیض

توحیدِ مطلب ہی کا نام تعلّقِ شیخ ہے، توحیدِ مطلب کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے شیخ کو تمام مشائخ سے افضل واعلیٰ اعتقاد کرے، توحیدِ مطلب کے لئے اتنا اعتقاد کافی ہے کہ

میری مراد اور میرا مقصد صرف میرے شیخ کے ذریعے حاصل ہوگا، ہاں، جیسی اور جتنی عقیدت، فیض اسی کے مطابق ملے گا، حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے تین قسم کے لوگ تھے اور ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے موافق فیض ملا، بعض وہ تھے جو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معمولی ولی اعتقاد کرتے تھے، دوسرے وہ لوگ تھے جو ان کو بہت بڑے ولی مانتے تھے، اور کچھ وہ تھے جن کا اعتقاد یہ تھا کہ اس زمانے میں ان کا کوئی مثل نہیں۔ حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کو اس تیسری قسم میں شمار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس زمانے میں ہمارے شیخ کا کوئی مثل نہیں۔[1] حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس اعتقاد کی برکت سے اپنے شیخ سے جو فیض ملا وہ پوری دنیا کے سامنے روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

دوسرے مشائخ کی مجالس میں شرکت

اگر کوئی مرید اپنے شیخ کی اجازت سے یا ان کی منشا کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی دوسرے شیخ کی مجالس میں شرکت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس دوسرے شیخ کا مذاق اپنے شیخ کے مذاق کے خلاف نہ ہو، ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اپنی اصلاح کے بارے میں اس سے سوال نہ کرے، اصلاح کے بارے میں صرف اپنے شیخ کی طرف رجوع کرے، مزید یہ کہ دوسرے مشائخ کی مجلس میں جو کچھ فیض حاصل ہو اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ یہ میرے اپنے شیخ ہی کا فیض ہے جو اس بزرگ کے واسطے سے مل رہا ہے، دل میں یہ خیال ہرگز نہ آئے کہ مجھے فلاں شیخ کی مجلس سے جو فائدہ ہوا وہ اپنے شیخ

---

[1] تصوّف کے مسائل اور اس کی حقیقت، ص: ۴۸

کی مجلس سے نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ فیض اپنے شیخ ہی کا ہے، اس طرح کے وساوس سے شیطان بہکاتا ہے، اسی لئے شیخ بسا اوقات اپنے مبتدی مرید کو جب تک اس میں پختگی نہیں آجاتی دوسرے مشائخ کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا، یہ مرید کی ضرورت اور اس کی خیر خواہی ہے۔

مشائخ خود کو محتاج سمجھتے ہیں

مشائخ چونکہ مخلص ہوتے ہیں اس لئے ان کو اپنے مرید کے کسی اور بزرگ کے پاس جانے سے تکلیف نہیں ہوتی، وہ تو اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ان کا مرید کسی اللہ والے کے پاس جائے اور فائدہ اٹھائے، مشائخ تو خود کو محتاج سمجھتے ہیں، جب وہ مجلسوں میں آتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہوئے آتے ہیں کہ اے اللہ! میں تو آج تک صحیح معنی میں تیرا طالب بھی نہیں بن سکا، یہ تو تیرا اکرم ہے کہ تیری محبت کے طالبین کی اتنی بڑی تعداد کو تو مجلس کے بہانے بھیج دیتا ہے اور مجھے ان کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے، اے اللہ! ان کی برکت سے مجھے بھی تیرا سچّا طالب بنا دیں۔ کوئی شیخ اس نیت سے مجلس میں نہیں جاتا کہ میں کچھ دینے کے لئے جا رہا ہوں، وہ تو خود طالب بن کر شرکت کرتا ہے، وہ تو رمضان کے اعتکاف میں بھی اتّباعِ سنّت کی نیت کے ساتھ یہ نیت کرتا ہے کہ عشقِ الٰہی کے اتنے سارے طالبین اللہ تعالیٰ کے در پر آ رہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاؤں تاکہ ان کے طفیل سے مجھے بھی کچھ مل جائے۔

دینے والا صرف اللہ ہے، باقی سب تقسیم کرنے والے ہیں

روحانی فیض کا اصل مبدا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن واسطہ شیخ ہوتا ہے، مُعطی (دینے والا) تو صرف اللہ ہے، ہمیں ظاہری اور باطنی علم جن حضرات سے نصیب ہوتا ہے ان میں مُعطی

(دینے والا) کوئی نہیں ہے، سب قاسم (تقسیم کرنے والے) ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ
میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دیتے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

إِنَّمَا حصر کے لئے آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں تو صرف اور صرف تقسیم کرنے کا کام کرتا ہوں۔

پوری حدیث اس طرح ہے:

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهُهُ فِيْ الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ[1]
جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ شانُہٗ خیرِ عظیم کا یا خیرِ عمیم کا فیصلہ فرماتے ہیں، اسے دین کے بارے میں تفقّہ اور فہم نصیب فرماتے ہیں، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، اور دیتے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

یہاں خَيْرًا کی تنوین میں دو احتمال ہیں: یہ تعظیم کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور تعمیم کے لئے بھی۔[2] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ جسے عظیم الشان خیر عطا کرنا چاہتے ہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ جسے ہر قسم کی خیر عطا کرنا چاہتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں؛ اب کسی کو یہ خیال آسکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جتنی خیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملی اتنی کسی اور کو نہیں ملی، جو خیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی اتنی دوسروں کو نہیں ملی، محنت تو سب کرتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس کا آگے جواب دیا کہ بھائی، دیکھو! دیتا تو اللہ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرًا يفقّه في الدين، ح(۷۲)

[2] إرشاد الساري: ۱/۲۵۱

تعالیٰ ہے، میں تو صرف ایک ذریعہ ہوں اور تقسیم کرنے والا ہوں، میں نے تقسیم کرنے میں نہ بخل کیا ہے نہ بے انصافی، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ سب کے اعمال اور قلوب کے احوال سے باخبر ہے اور اس کے مطابق سب کو میرے ذریعے روحانی اور باطنی نعمتیں دیتا ہے، جس کا جتنا مجاہدہ ہوگا اور جتنا اخلاص ہوگا، اسے میرے ذریعے اُتنا ہی ملے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ اور اخلاص سب سے اعلیٰ درجے کا تھا تو اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے انہیں سب سے زیادہ دیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ اور اخلاص، تو اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے انہیں اس کے مطابق دیا، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ۔

شیخِ کامل کی تین علامتیں

شیخ واسطہ اور ذریعہ ہوتا ہے، وہ جتنا کامل ہوگا اور مرید میں اس سے فیض لینے کا سلیقہ جتنا زیادہ ہوگا، نفع اتنا ہی زیادہ ہوگا، میرے محبوب حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ شیخ میں شانِ محمدی ہو اور مرید میں شانِ صدّیقی ہو تو پھر کام بنا بنایا ہوا ہے۔[1]

حضرت شیخِ اکبر محیی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخِ کامل کی تین علامتیں ہیں؛ پہلی یہ ہے کہ اُس کا دین انبیاء علیہم السلام جیسا ہو، دوسری یہ ہے کہ اُس کا انتظام بادشاہوں جیسا ہو، اور تیسری علامت یہ ہے کہ اُس کی تشخیص و تجویز طبیبوں جیسی ہو۔[2]

شیخِ کامل کی پہلی علامت یہ ہے کہ اُس کا دین انبیاء علیہم السلام جیسا ہو، انبیاء علیہم السلام دین کے

---

[1] اصلاح کی سو باتیں، ص: ۲

[2] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت رحمہ اللہ: ۱/۱۷۷

معاملے میں بہت مضبوط ہوتے ہیں، بالکل compromise (سمجھوتا) نہیں کرتے، اسی طرح شیخِ کامل اور شیخِ محقّق بھی دینی امور میں کبھی compromise (سمجھوتا) نہیں کرے گا، متّبعِ شریعت ہوگا، ہر کام شریعت کے دائرے میں رہ کر کرنے والا ہوگا، صاحبِ اخلاص ہوگا، اس کے کام میں دنیا اور نفس کی خواہشات کی ملاوٹ نہیں ہوگی۔

دوسری علامت یہ ہے کہ اُس کا انتظام بادشاہوں جیسا ہو، اس کی طبیعت میں اعتدال ہو، وہ ہر کام کو حسنِ تدبیر سے انجام دیتا ہو، بھولا بھالا نہ ہو، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھولا ہونا کوئی کمال کی بات نہیں ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھولا نہیں ہوا، ہر ایک ہوشیار اور بیدار مغز تھا، جو انسان کے مکر کو نہ سمجھے وہ شیطان کے مکر کو کیا سمجھے گا؟[1] شیخ بھی اسی طرح ہوشیار ہوتا کہ وہ مرید کا اچھی طرح محاسبہ کر سکے اور ضرورت پڑنے پر معاقبہ بھی۔

اور تیسری علامت یہ ہے کہ اُس کی تشخیص و تجویز طبیبوں جیسی ہو، نبض پر ہاتھ رکھتے ہی سمجھ جائے کہ مرض کیا ہے اور اس کے بعد فوراً عمدہ تجویز بھی پیش کرے کہ اس مرض کی یہ دوا ہے، ٹھیک اسی طرح شیخِ کامل بھی اپنے مریض کی حالت کو سن کر یا پڑھ کر فوراً بیماری کا پتا لگا لیتا ہے، اور اس کے بعد جو prescription (نسخہ) تجویز کرتا ہے اس پر اگر مرید عمل کرتا ہے تو وہ تیر بہدف ثابت ہوتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب طریقۂ علاج

میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ سنا کہ ایک ضعیف العمر آدمی نے

---

[1] اشرفی بکھرے موتی، ص: ۱

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت، راستے میں جب چلتا ہوں اور نامحرم عورت سامنے آجاتی ہے تو نظر ہٹا نہیں پاتا۔ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ نظر ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ نظر جمانے کی ضرورت ہے۔ یہ نسخہ سب کے لئے نہیں ہے، یہ دوا خاص اس مریض کے لئے تھی اس لئے کہ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی حالت سے واقف تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الاُمّت اور طبیب الاُمّت تھے اس لئے جواب میں لکھا کہ نظر ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے، نظر جمانے کی ضرورت ہے، نظر جماؤ اور اپنے آپ سے یہ سوال کرو کہ کیا یہ میری بیٹی کے برابر ہے یا میری ماں کے برابر ہے یا میری بہن کے برابر ہے؟ اگر بیٹی کی عمر کی ہے تو یہ تصوّر کرو کہ یہ تو میری بیٹی ہے اور اپنے آپ سے کہو کہ یہ میری بیٹی ہے، یہ میری بیٹی ہے، یہ میری بیٹی ہے۔ اگر بہن کی عمر کے برابر ہے تو یہ تصوّر کرو اور کہو کہ یہ تو میری بہن ہے، یہ تو میری بہن ہے، یہ تو میری بہن ہے۔ اور ماں کی عمر کے برابر ہے تو یہ سوچو اور کہو کہ یہ تو میری ماں ہے، یہ تو میری ماں ہے، یہ تو میری ماں ہے۔ خط روانہ کردیا اور فرمایا کہ اس پر عمل کرو اور دس دن کے بعد اطّلاع کرو۔ ان صاحب نے جوابی خط میں لکھا کہ حضرت، الحمدللہ، مرض سے تین دن میں نجات مل گئی۔[1]

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ شیخ تو تقسیم کرتا ہے، دیتا اللہ تعالیٰ ہے، ہمیں جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے، شیخ تو ایک واسطہ ہے، جس طرح پیدا اللہ تعالیٰ کرتے ہیں لیکن ماں باپ واسطہ ہیں اور وہ محترم بن جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہمیں باطنی فیوض اللہ تعالیٰ سے ملتے ہیں، لیکن شیخ چونکہ واسطہ بنتا ہے اس لئے شیخ بھی محترم بن جاتا ہے، یہ استاذ کی طرح ہے کہ علم

---

[1] افاداتِ فاروقی: ۲/ ۴۷،۴۸

دیتا تو اللہ تعالیٰ ہے مگر ملتا ہے استاذ کے واسطے سے، اس لئے استاذ بھی محترم ہو جاتا ہے۔

مشائخ سے تعلّق رکھنے والوں کو نفس کا ایک بڑا دھوکہ

تو شیخ چونکہ واسطہ ہے اس لئے اس کے ساتھ تعلّق اور رابطہ بہت ضروری ہے، اور وہ بھی توحیدِ مطلب کے ساتھ، آج کل لوگوں میں ایک مرض یہ ہے کہ وہ کئی بزرگوں سے تعلّق رکھتے ہیں، اور اس میں نفس کا یہ مکر ہوتا ہے کہ لوگوں کی واہ واہ حاصل ہوگی، میں آپ حضرات کی خاص توجّہ چاہوں گا، اصلاح اگر مقصود ہوتی تو اپنے شیخ سے تعلّق کو مضبوط کرتے اور ان کی منشا کے مطابق معمولات کی پابندی کرتے، اصلاح کی فکر کرتے اور تزکیہ کا راستہ جو شیخ بتلاتے ہیں اس پر چلتے، لیکن حال یہ ہے کہ بیعت ایک شیخ سے ہو گئے، تعلّق اور دس مشائخ سے بھی ہے، مگر گیارہ میں سے دینی رہنمائی کسی ایک سے بھی نہیں لے رہے ہیں، بس ہر ایک سے رابطے میں رہتے ہیں اور جہاں کہیں کسی کو ملتے ہیں تو کسی بزرگ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ آج حضرت سے میری بات ہوئی تھی، آپ کو سلام کہا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ حبِّ جاہ کے طالبین ہیں، دینی رشتے کو بھی دنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں، شیخ سے بیعت ہو کر اعتماد و انقیاد کے ساتھ اطّلاع و اتّباع کا اہتمام کرنا چاہئے، اس کوشش کے بغیر محض تعلّق رکھنے سے مقصود میں کامیابی نہیں ہوگی۔

اپنے شیخ اور دوسرے مشائخ

جہاں تک دوسرے مشائخ سے تعلّق رکھنے کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ توحیدِ مطلب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، ہمارے شیخ بمنزلۂ باپ کے ہیں اور باقی مشائخ بمنزلۂ چچاؤں کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ چچا کا احترام بھی ضروری ہے، اس لئے تمام

اہل اللہ کی تعظیم وتکریم ہونی چاہئے، اپنے شیخ کی منشا کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے شیخ کی اجازت کے ساتھ دوسرے مشائخ کی مجالس ومواعظ سے استفادہ بھی کرسکتے ہیں، لیکن اطّلاع اور اتبّاع کا معاملہ صرف اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا، اس لئے کہ اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ مجھے جو کچھ ملے گا وہ صرف اپنے شیخ کے واسطے سے ملے گا، جب یہ بات ہوگی تو وہ اپنے شیخ کا احترام سب سے زیادہ کرے گا اور اپنے شیخ کی موجودگی میں کسی اور کی طرف کبھی توجّہ بھی نہیں کرے گا، بلکہ اپنے شیخ ہی کی طرف متوجّہ رہ کر انہی سے استفادہ کرے گا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا توحیدِ مطلب

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ سارے اولیاء کو ایک جگہ جمع فرمائیں، وہاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں اور ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں، تو ہم تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے، کسی اور کی طرف التفات بھی نہیں کریں گے، ہاں، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جی چاہے تو وہ ان کی طرف دیکھیں کیونکہ وہ ان کے بڑے ہیں، لیکن ہمیں تو جو کچھ لینا ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیں گے، ہمیں جو فیض ملے گا وہ اپنے شیخ ہی سے ملے گا، ہمیں تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مطلب ہے۔[1] اپنے شیخ کے بارے میں ایسی ہی عقیدت ہونی چاہئے کہ مجھے جو کچھ ملے گا اپنے شیخ سے ملے گا، اگر اپنے شیخ کی منشا پہچان کر کسی اور بزرگ سے استفادہ کیا اور فائدہ پہنچا تب بھی یہ اعتقاد رہنا چاہئے کہ یہ میرے شیخ ہی کا فیض ہے جو ان بزرگ کے واسطے

---

[1] تاریخِ مشائخِ چشت، ص:۲۸۵، حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات، ص:۱۸۶

سے مجھے پہنچا ہے۔

شیخ کے پاس کیا لے کر جائے؟

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہر مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ قلبی ربط رکھنا چاہئے، ان کی مجلس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، پابندی کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے اور چند چیزوں کا بہت خیال رکھنا چاہئے، اپنے شیخ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے لئے توحیدِ مطلب کے ساتھ یہ چند چیزیں بہت ضروری ہیں؛ جب بھی حاضر ہو، عظمت، محبت، عقیدت، اعتماد، ادب، طلب اور احتیاج کے ساتھ حاضر ہو۔

اپنے دل میں اپنے شیخ کی عظمت بھی ہو، محبت بھی ہو اور عقیدت بھی ہو، عقیدت کے معنی یہ ہیں کہ دل میں یہ اعتقاد ہو کہ میرے شیخ راہِ سلوک میں ماہر ہیں، میری رہنمائی کے لئے کافی ہیں، دوسرے بزرگوں کے بنسبت مجھے زیادہ نفع انہی سے ملے گا، میرے مقصد میں کامیابی انہی کے ذریعے ہوگی، تو محبت ہو، عظمت ہو اور عقیدت ہو، اگر یہ تین چیزیں ہوں گی تو ادب خود بخود آجائے گا، بلکہ ادب کے لئے صرف ان میں سے کوئی ایک چیز بھی کافی ہے۔

محبت تجھ کو آدابِ محبت خود سکھا دے گی

نری طلب اور احتیاج والی طلب میں فرق

تو شیخ کی صحبت میں عظمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ، عقیدت کے ساتھ، اعتماد کے ساتھ اور ادب کے ساتھ طلب لے کر آنا ہے، اور طلب بھی احتیاج والی، ایک ہے صرف طلب لے کر آنا اور دوسرا ہے احتیاج والی طلب لے کر آنا، دونوں میں بڑا فرق ہے، اس کو

مثال سے سمجھئے، مسجد کے باہر اعلان ہوا کہ ایک ایک ہزار ڈالر (dollar) تقسیم ہو رہے ہیں، ظاہر ہے کہ ہر شخص کے دل میں چاہت پیدا ہوگی کہ مفت میں اگر ایک ہزار مل جائیں تو کیا حرج ہے؟ لیکن ایک وہ شخص ہے جس کے پاس ایک لاکھ ڈالر ہیں، یہ بھی ایک ہزار کی طلب لے کر نکلے گا لیکن اپنے کو محتاج سمجھ کر نہیں، اور دوسرا وہ شخص ہے جس کی جیب میں صرف دس ڈالر ہیں، یہ بھی اعلان سن کر طلب لے کر جائے گا مگر محتاج بن کر، اب دونوں کی کوششوں میں فرق ہوگا، پہلے والے کا رویّہ یہ ہوگا کہ اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ کوئی حرج نہیں، دوسرا جو محتاج ہے وہ اس خیال کے ساتھ جائے گا کہ کچھ بھی ہو جائے اس ایک ہزار کو کسی طرح بھی حاصل کرنا ہے اس لئے کہ اگر خالی ہاتھ آیا تو خسارہ ہی خسارہ ہے، شاید ایسا موقع دوبارہ نہ ملے۔

اپنے شیخ کی مجلس میں بھی محتاج بن کر آنا چاہئے کہ میں روحانی اعتبار سے فقیر اور محتاج ہوں، اور چونکہ یہ میرے شیخ ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کی دولت تو مجھے انہی سے ملے گی، ہوسکتا ہے یہ موقع دوبارہ نہ ملے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے آج اسی مجلس سے فیض یاب ہو کر اٹھنا ہے، جب محتاج بن کر طلب کرے گا تو مقصد میں ضرور کامیاب ہوگا، اللہ تعالیٰ ضرور فضل فرمائیں گے، ایک بھوکا بچّہ جب طلب کے ساتھ محتاج بن کر اپنی ماں کی طرف متوجّہ ہوتا ہے، روتا ہے، گڑگڑاتا ہے اور اپنی ایڑیاں رگڑتا ہے، تو اس کی ماں اسے اپنے سینے سے لگا لیتی ہے اور وہ فیض یاب ہو جاتا ہے۔

طلب اور احتیاج کے بغیر آنے والے کی مثال

اگر کوئی شخص اپنے شیخ کی مجلس میں بغیر طلب کے جاتا ہے تو وہ بغیر برتن کے جاتا ہے، بغیر برتن کے اگر کوئی دودھ یا پانی کی طلب میں نکلے گا تو کامیابی کے ساتھ کیسے لوٹے گا؟ اور

اگر طلب لے کر جاتا ہے لیکن محتاج بن کر نہیں، تو وہ برتن لے کر تو جاتا ہے مگر بہت چھوٹا، اب برتن ہی چھوٹا ہوگا تو دودھ یا پانی کی نہر بھی بہہ رہی ہو، تب بھی برتن کی مقدار کے مطابق ہی حاصل ہوگا، ٹھیک اسی طرح بغیر احتیاج کے کوئی مرید اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا ہے تو اسے اپنے شیخ کے فیض کا بہت تھوڑا حصّہ ملے گا، اور اگر مرید طلب لے کر محتاج بن کر جاتا ہے، لیکن محبت، عظمت، اعتقاد اور اعتماد نہیں تو یہ سراخ والا برتن لے کر جا رہا ہے، جو کچھ برتن میں آئے گا نکل جائے گا اور برتن خالی کا خالی رہے گا، اس لئے مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس محبت وعظمت اور اعتقاد واعتماد کے ساتھ طلب لے کر محتاج بن کر جائے، اس جذبے کے ساتھ جائے کہ آج کی اس مجلس میں اگر مجھے وہ چیز نہیں ملی جو میں لینے جا رہا ہوں تو ہوسکتا ہے کہ زندگی بھر محرومی رہے، ہوسکتا ہے کہ آئندہ مجلس سے پہلے میرے شیخ دنیا سے چلے جائیں، ہوسکتا ہے کہ میں چلا جاؤں، بس میرے پاس یہی ایک مجلس ہے، جب اس فکر کے ساتھ جائے گا تو ایسا برتن لے کر جائے گا جو بہت بڑا ہوگا اور صحیح سالم، اب ان شاء اللہ پورا پورا فیض یاب ہوکر لوٹے گا۔

تسویف (procrastination) ایک بہلاوا اور دھوکہ ہے

میرے بھائیو! اس خیال کو لے کر جو مجلس میں آئے گا کہ میں محتاج ہوں، مجھے جو کچھ ملے گا یہیں سے ملے گا، اور میرے پاس یہی ایک مجلس ہے، وہ بہت کچھ حاصل کرے گا، یہ بات جو ہمارے ذہنوں میں ہوتی ہے کہ آج بھی مجلس میں شرکت کریں گے، آئندہ مہینے بھی موقع ہے، اور ایک مہینے کے بعد پھر آئیں گے، پھر رمضانُ المبارک میں بھی دس دن کے لئے آئیں گے اور ہر سال ان شاء اللہ تعالیٰ آتے رہیں گے، ابھی تو اصلاح کے بہت مواقع

ہیں، میرے بھائیو! یہ شیطان کی طرف سے ایک دھوکا ہے، مجالس اور اعتکاف میں اہتمام کے ساتھ شرکت کے ارادے تو بہت مبارک ہیں، مگر ہمیں شیخ کی ہر مجلس کو آخری مجلس سمجھنا چاہئے، یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ سے آج جو فیض میرے شیخ کے ذریعے تقسیم ہو رہا ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ پھر دوبارہ نصیب نہ ہو، میرے بھائیو! تسویف سے بچیں، 'کل' 'کل' سے بچیں، طلب لے کر آئیں اور محتاج بن کر آئیں۔

حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ حضرات ماشاء اللہ ہر مہینے یہاں آتے ہیں، یہ بہت مبارک اور بہت مفید معمول ہے، لیکن اسے صرف ایک معمول کی حد تک رسم کے طور پر نہیں کرنا ہے، بیعت بھی ہوں تو طلب کے ساتھ، اور پھر اس کے بعد طلب کے ساتھ محتاج بن کر اپنے شیخ کے ساتھ تعلّق رکھیں، اور ان کی باتوں پر عمل کریں اور اطّلاع و اتبّاع کا اہتمام کریں، میں نے اپنے محبوب شیخ حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بیعت سنّت ہے اور اصلاح فرض۔ اس کے بعد آپ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر آج میں نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو میری بیوی کو طلاق۔ وہ آیا مسجد میں اور اس نے دو رکعات سنّت پڑھی اور فرض کو چھوڑ دیا، طلاق ہوگئی کہ نہیں؟ ظاہر ہے کہ ہوگئی، اس لئے کہ اس نے فرض کو چھوڑ دیا اور فرض نہ پڑھنے کی وجہ سے فجر پڑھنے والا نہیں کہا جاسکتا۔ آگے حضرت نے فرمایا کہ دوسرا آیا، اس نے بھی یہی قسم کھائی تھی کہ اگر آج میں نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو میری بیوی کو طلاق۔ وہ آیا اور اس نے سنّتیں چھوڑ دیں اور فرض پڑھ لی، طلاق ہوئی؟ نہیں ہوئی، اس لئے کہ فرض ادا کرنے کی وجہ سے اس کا شمار فجر پڑھنے والوں میں ہوگیا۔ حضرت

نے فرمایا کہ ایک شخص کسی سے باضابطہ بیعت نہیں ہوتا، لیکن کسی شیخِ کامل سے اصلاحی تعلّق قائم کرکے اپنی اصلاح کراتا ہے تو اس نے فرض ادا کیا، جب کہ دوسرا کسی سے باضابطہ بیعت تو ہوتا ہے، لیکن اپنی اصلاح نہیں کراتا تو قیامت کے دن ماخوذ ہوگا اس لئے کہ اس نے فرض کو چھوڑا۔

میرے بھائیو! مجالس میں اہتمام سے طلب کے ساتھ محتاج بن کر آؤ اور شیخ کی صحبت کی پابندی کرو، اس لئے کہ صرف بیعت ہوکر شیخ کی صحبت کو ضروری نہ سمجھنا بڑی غلطی ہے، اصلاح کے لئے اپنے شیخ کی صحبت بہت مفید اور ضروری ہے، حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریق میں اصل چیز صحبتِ شیخ اور محبتِ شیخ ہے۔[1]

سلوک میں بنیادی رکن مجاہدہ ہے

تزکیہ کے لئے ایک بہت اہم اور ضروری چیز مجاہدہ ہے، یہ روحانی ترقّی کے لئے بنیادی رکن ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، بڑھتا ہے اور باقی رہتا ہے، مجاہدہ کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اس کے احکام کو بجالانے میں نفس کی مخالفت کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جن چیزوں کو فرض کیا ہے اور جن چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے، ان کو ہر حال میں بجالانا اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے جن چیزوں سے روکا ہے اور جن چیزوں کو منع کیا ہے، ان سے ہر حال میں بچنا، اور یہ مجاہدے کا پہلا درجہ ہے۔

مجاہدے کے دو درجے

مجاہدے کے دو درجے ہیں، پہلا درجہ ہے فرائض، واجبات اور ضروری احکام کو پورا

---

[1] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۱۰٦/۲۴

کرنا اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچنا، جس کی زندگی میں مجاہدے کا یہ درجہ آجاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوجاتا ہے۔

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (یونس: ۶۲)

غور سے سنو کہ بیشک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچتے رہے۔

مجاہدے کا دوسرا درجہ ہے فرائض و واجبات کے اہتمام کے ساتھ سنن، مستحبّات اور نوافل کا بھی اہتمام کرنا، اسی طرح حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچنے کے ساتھ مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی احتیاط کرنا، یہ مجاہدے کا دوسرا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عاشق

پہلے درجے کا مجاہدہ ضروری ہے اور بہت اعلیٰ ہے، حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ[1]

اور میرا بندہ میرا تقرّب کسی ایسی چیز سے حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اس پر لازم کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب چیزیں وہ ہیں جو انہوں نے اپنے بندے پر

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

ضروری قرار دی ہیں، فرض اور واجب کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے، اسی طرح حرام اور مکروہِ تحریمی سے بچنا بھی ضروری قرار دیا ہے، معلوم ہوا کہ فرائض و واجبات کا اہتمام کرنے سے اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا جتنا قرب حاصل کرتا ہے اتنا دوسری کسی چیز سے نہیں، ان اعمال سے وہ اللہ تعالیٰ کا خاص ولی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوجاتا ہے، اسے ولایتِ خاصّہ نصیب ہوجاتی ہے، اسے صفتِ احسان حاصل ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب

آگے اللہ تعالیٰ شانُہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ[1]

اور میرا بندہ نوافل اور اختیاری عبادات اور طاعات کے ذریعے میرا تقرّب برابر حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔

میرا بندہ صرف اس پر بس نہیں کرتا کہ چلو فرائض و واجبات پر گرفت ہوگئی ہے اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے اجتناب قابو میں آگیا ہے تو اب سنن، مستحبّات اور نوافل کی ادائیگی اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بچنا اتنا اہم نہیں ہے، نہیں، بلکہ وہ ان چیزوں کا بھی اہتمام کرتا ہے اور ان کے ذریعے بھی میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے، جب بندہ پہلے درجے کے مجاہدے کے ساتھ اس دوسرے درجے کے مجاہدے کو بھی اختیار کرتا ہے تو اسے صفتِ احسان کا اوپر والا درجہ نصیب ہوتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اسے محبوب

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح (٦٥١٠)

بنا لیتے ہیں، پہلے درجے کے مجاہدے سے اللہ تعالیٰ محبوب ہوجاتے ہیں اور بندہ مُحِبّ اور عاشق، اور دوسرے درجے کے مجاہدے سے بندہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجاتا ہے اور یہ بہت اعلیٰ درجے کا کمال ہے، علاّمہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بعض حکماء کا قول ذکر کیا ہے:

لَيْسَ الشَّأْنُ أَنْ تُحِبَّ وَإِنَّمَا الشَّأْنُ أَنْ تُحَبَّ[۱]
یہ کوئی بڑے کمال کی بات نہیں ہے کہ تم کسی کے عاشق ہوجاؤ، کمال کی بات تو یہ ہے کہ کوئی تمہارا عاشق ہوجاوے اور تم محبوب بن جاؤ۔

سوچو میرے بھائیو! جو خالقِ کائنات کا محبوب بن جائے وہ کتنا صاحبِ کمال ہوگا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں آگے ارشاد فرماتے ہیں:

وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ[۲]
اور اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور اس کو عطا کروں گا، اور اگر وہ میری پناہ مانگے گا تو میں ضرور اس کو پناہ دوں گا۔

حدیثِ جبرئیل علیہ السلام

حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک پردیسی مسافر کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ

---

[۱] تفسير القرآن الكريم: ۱/۳۳۶

[۲] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(۶۵۱۰)

مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا

اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور (یہ کہ) تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر تم وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہو۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِيْمَانِ

مجھے ایمان کے متعلّقات کے بارے میں خبر دیجئے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ

(ایمان کے متعلّقات یہ ہیں کہ) تم تصدیق کرو اللہ کی، اس کے فرشتوں کی، اس کی کتابوں کی، اس کے رسولوں کی اور آخری دن کی، اور یہ کہ تم تصدیق کرو تقدیر کی کہ اچھی اور بُری (تقدیر) اللہ کی طرف سے ہے۔

ایمان اعتقاد کا نام ہے اور اسلام اعمال کا، ماننے کو ایمان کہتے ہیں اور ماننے کے بعد جو احکام لاگو ہوتے ہیں ان کو بجالانا اسلام ہے۔

احسان کی مختصر مگر جامع تشریح

اس کے بعد عرض کیا:

فَأَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِحْسَانِ؟
مجھے احسان کے بارے میں خبر دیجئے! عبادات اور اعمال میں پختگی، کمال، خوبصورتی اور عمدگی کیسے پیدا ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ[1]
احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح (حضورِ قلب کے ساتھ) کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے (یعنی اتنا حضورِ قلب میسّر نہ آئے) تب بھی تم عبادت کو عمدگی کے ساتھ ادا کرو اس لئے کہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

علماءِ محقّقین نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ احسان کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو دو جملے ارشاد فرمائے ہیں ان دونوں کا مقصد ایک ہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ہی بات کے لئے دو تعبیریں اختیار فرمائی، پہلی تعبیر ہے أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، اور اسی کی دوسری تعبیر ہے فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ، احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو، طاعات کو اس طرح بجالاؤ کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ہوتے اور تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوتے تو عبادت کیسی ہوتی؟ تلاوت کیسی کرتے؟ نماز کیسی پڑھتے؟ دعا کرتے تو کیفیت کیا ہوتی؟ گناہ کا

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، ح(١)

موقع ہوتا تو کیا نافرمانی کرتے؟ ہرگز نہیں، بلکہ خشوع وخضوع اور آداب وحقوق کی اعلیٰ درجے کی رعایت کے ساتھ فرماں برداری کرتے اور اس میں ذرّہ برابر کمی نہ آتی، تو جو بندہ مقامِ احسان کو حاصل کر لیتا ہے، اس کی عبادت ایسی ہو جاتی ہے، اس کے اعمال ایسے ہو جاتے ہیں جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کر رہا ہے۔

اسی طرح جس شخص کو یہ یقین اور استحضار نصیب ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، تو ایسی صورت میں بھی اعمال اسی طرح اعلیٰ درجے کے ہوتے اور نہایت عمدہ ہوتے، وہ ہر حکم کو بجا لاتا اور ہر گناہ سے بچتا اور وظائفِ عبودیت کو آداب وحقوق اور اعلیٰ درجے کے خشوع اور خضوع کے ساتھ ادا کرتا، اس لئے کہ مقامِ احسان پر فائز ہونے کی وجہ سے اس کو ہر وقت یہ استحضار رہتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جملوں میں ایک ہی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہوتے یا اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہوتا، دونوں صورتوں میں طاعات کو بہترین طریقے سے بجا لاتے، اور گناہوں سے ہر حال میں بچتے۔[1]

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احسان کے دو درجے بیان کئے ہیں، مقامِ مشاہدہ اور مقامِ مراقبہ، مقامِ مشاہدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نورِ بصیرت سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے، اس پر یہ حال طاری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سامنے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی آنکھ سے، اپنی بصیرت سے دیکھ رہا ہے، اس صورت میں کس درجے کی عبادت ہوگی اور کس درجے کے اعمال ہوں گے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، یہ مقامِ احسان

---

[1] شرح النووي: ۱/۱۴۱

کا اعلیٰ درجہ ہے جو عارفین کا مقام ہے، اور مقامِ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ اس تصوّر کے ساتھ زندگی گزارے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی ہر حالت سے باخبر ہے، اور وہ اس کے ظاہر اور باطن، نیت اور عمل، ہر چیز سے واقف ہے، یہ احسان کا دوسرا درجہ ہے جو مخلصین کا مقام ہے۔[1]

سالک محنت کرتے کرتے ترقّی کر کے جب احسان کے پہلے درجے مقامِ مراقبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اُسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میری ہر حرکت اور ہر سکون سے پوری طرح واقف ہے، اب وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں زندگی گزارتا ہے، فرائض و واجبات کا اہتمام کرتا ہے، مکروہاتِ تحریمیہ اور حرام سے بچتا ہے، اس کے ساتھ سنن، مستحبّات اور نوافل کا اہتمام بھی جتنا زیادہ ہو سکے کرتا ہے اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی بچنے کی خوب سعی کرتا ہے، اس طرح مجاہدہ کرتے کرتے وہ اس پہلے درجے کی برکت سے دوسرے درجے پر پہنچ جاتا ہے اور اسے مقامِ مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے، یہ مقام پہلے مقام سے اعلیٰ اور ارفع ہے، اب اُسے ایسا احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اسے ہر چیز میں اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما نظر آتی ہے، کسی بھی مخلوق کے کسی بھی کمال کو دیکھ کر فوراً دھیان کمال عطا کرنے والے کی طرف جاتا ہے۔

تیری سی ہی رنگت، تیری سی ہی بُو ہے

گُلستاں میں جاکے ہر ایک گُل کو دیکھا

میں باغ میں گیا اور باغ کے پھول دیکھے، سب کے رنگ الگ، کوئی نیلا تھا تو کوئی

---

[1] فتح الباري: ۲۵۶/۱

گلابی، کوئی پیلا تھا تو کوئی لال، خوشبو اور مہک بھی سب کی الگ، پھولوں کے رنگ الگ الگ اور خوشبوئیں بھی الگ الگ، مگر مجھے ہر رنگ میں تیرا ہی رنگ نظر آیا اور ہر خوشبو میں تیری ہی مہک محسوس ہوئی۔

گُلستاں میں جاکے ہر ایک گُل کو دیکھا
تیری سی ہی رنگت، تیری سی ہی بُو ہے

جسے مقامِ احسان اعلیٰ درجے میں حاصل ہوجاتا ہے اسے پھول کو دیکھ کر پھُول کو پیدا کرنے والا نظر آتا ہے، کائنات کے ذرّے ذرّے میں اسے اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے۔

جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے

میں جب اپنا آئینہ اُٹھاتا ہوں اور اس کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اُس میں اپنی شکل نظر آتی ہے، آپ حضرات میں سے ہر شخص کو اس کے آئینے میں اپنی شکل نظر آئے گی، تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آئینے میں اللہ تعالیٰ نظر آئے گا، اب اللہ تعالیٰ کا آئینہ کیا ہے؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے

اِس جہان میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہے، جو بھی مقامِ مشاہدہ پر پہنچنے کے بعد اِس کائنات کے کسی بھی ذرّے پر نظر ڈالے گا، اُس میں اُسے اللہ تعالیٰ ہی نظر آئے گا۔

تیرا آئینہ عالمِ رنگ و بُو ہے
جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

اللہ تعالیٰ کے ایک عاشق کے کچھ اشعار

ایک اللہ والے کے عربی اشعار سنئے!

وَاللّٰهِ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرَبَتْ
إِلَّا وَأَنْتَ فِيْ قَلْبِيْ وَوَسْوَاسِيْ

اللہ کی قسم، سورج طلوع اور غروب نہیں ہوتا مگر اس حال میں کہ تو میرے
دل و دماغ میں ہوتا ہے۔

اللہ کی قسم، سورج کے طلوع کے وقت، سورج کے غروب کے وقت، اور طلوع سے غروب اور غروب سے طلوع کے درمیان میرے دل و دماغ میں، وسوسے میں، خیال میں تو ہی رہتا ہے۔

وَلَا جَلَسْتُ إِلٰى قَوْمٍ أُحَدِّثُهُمْ
إِلَّا وَأَنْتَ حَدِيْثِيْ بَيْنَ جُلَّاسِيْ

اور جب جب بھی میں لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بیٹھا تو
ہم جلیسوں کے ساتھ میری گفتگو کا عنوان 'تو' ہی تھا۔

جب بھی میں اپنے دوستوں کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو میرے دوستوں کے درمیان گفتگو کا موضوع ایک ہی ہوتا ہے، میری زبان پر تیرا ہی تذکرہ رہتا ہے۔

وَلَا هَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ ظَمَأٍ
إِلَّا رَأَيْتُ خِيَالاً مِنْكَ فِيْ الْكَأْسِ

اور جب بھی پیاس کی وجہ سے میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو مجھے
گلاس میں تیرا ہی عکس نظر آیا۔

جب بھی میں پانی پینے کے لئے گلاس اُٹھاتا ہوں اور پانی میں نظر ڈالتا ہوں تو وہاں بھی مجھے تو ہی نظر آتا ہے، میرے بھائیو! جو بھی مقامِ احسان کے مقامِ مشاہدہ پر فائز ہوگا، اُسے ہر جگہ اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی قدرت کارفرما نظر آئے گی۔

وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهٗ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ الْوَاحِدُ

کائنات کی ہر شئے میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور مخلوقات میں تفکّر

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس دنیوی زندگی میں نظر نہیں آتی، اس لئے کہ یہ فانی آنکھیں ہمیشہ باقی رہنے والی ذات کو نہیں دیکھ سکتیں، اسی طرح یہ فانی دماغ ہمیشہ باقی رہنے والے اللہ تعالیٰ کا حقیقی تصوّر نہیں جما سکتا، اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ اللّٰهِ[1]

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں میں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کائنات میں تم غور وفکر کرو، مگر خود اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں غور وفکر مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا تو ذکر مطلوب ہے، ذات اور صفات میں غور وفکر کرنے

---

[1] العظمة، ح(۹)

کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے، بعض اوقات اس طرح کا غور وفکر انسان کی ناقص عقل کے لئے گمراہی کا سبب بن جاتا ہے، اس کو سورج سے سمجھئے کہ اس کی روشنی سے سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے، لیکن اگر کوئی خود آفتاب کو دیکھنے کی کوشش کرے گا تو آنکھیں خیرہ ہوجائیں گی، تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اس کا ذکر کرو، اور خوب کرو، ہر حال میں کرو۔

﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ. اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَقُعُوْدًا وَعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾

(آل عمران: ۱۹۱، ۱۹۰)

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں، جو اُٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے لیٹے (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا اور اس کی مخلوقات میں غور وفکر ہوگا، جس کے نتیجے میں خالق کی معرفت حاصل ہوگی، ایک عظیم الشان آسمان، اس میں چاند، سورج، ستارے، سیّارے، پھر ان کا ایک مستحکم اور مضبوط نظام، نہ ایک سیکنڈ اِدھر، نہ ایک سیکنڈ اُدھر، نہ maintenance (دیکھ بھالی) کی ضرورت نہ repair (مرمّت) کی، پھر زمین، دریا، سمندر، پہاڑ، ہوا، بارش اور دوسری بے شمار مخلوقات، ان میں غور وفکر کرکے خالق کو پہچانو اور پھر اُس کا خوب ذکر کرو، اس لئے کہ اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو وہ دماغ یا عقل دی ہی نہیں ہے جو اُس کی

ذات کا احاطہ کر سکے، اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

تو دل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں، تیری پہچان یہی ہے

خدا کے باب میں یہ غور کیا ہے؟
خُدا کیا ہے؟ خُدا ہے اور کیا ہے؟

احسان کے مقامات: مجاہدے کا انعام

عرض یہ کر رہا تھا کہ مجاہدے کے دو درجے ہیں، جس کی گرفت میں پہلا درجہ آجاتا ہے، یعنی تمام فرائض و واجبات کا اہتمام، حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے اجتناب، اور لغزش کی صورت میں فوراً توبہ، ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ شانہٗ صفتِ احسان کا پہلا مقام، مقامِ مراقبہ عطا فرماتے ہیں، پھر یہ بندہ مجاہدے میں ترقّی کرتا ہے اور سنن، مستحبّات اور نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بھی دور رہتا ہے، تو اب اسے صفتِ احسان کا دوسرا مقام نصیب ہوتا ہے جسے مقامِ مشاہدہ کہتے ہیں، اور اب یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ[1]

اور میرا بندہ برابر میرا تقرّب حاصل کرتا رہتا ہے نوافل اور اختیاری عبادات

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥١٠)

اور طاعات کے ذریعے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں، جب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، (میں اس کے ہر عضو کی نگرانی کرتا ہوں، اس لئے اب وہ میری نافرمانی نہیں کرسکتا، اب وہ میرا پورا فرماں بردار ہوجاتا ہے، اسلئے) اگر وہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور اس کو عطا کروں گا، اور اگر وہ میری پناہ مانگے گا تو میں ضرور اس کو پناہ دوں گا۔

اس راہ میں مجاہدہ شرط ہے

میرے بھائیو! عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس راہ میں اصل چیز مجاہدہ اور نفس کی مخالفت ہے اس لئے کہ اسی پر اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کا دارومدار ہے، لیکن ہماری سب سے زیادہ کوتاہی اسی میں ہوتی ہے، سالکین یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے شیخ کی صحبت اور توجّہ ہی کافی ہے، اسی سے سب کچھ ہوجائے گا، اگر یہ بات ہے کہ شیخ کی صحبت ہی سے بغیر کسی محنت اور مجاہدے کے معاملات بھی زندگی میں آجائیں گے، معاشرت بھی، حسنِ اخلاق بھی اور ساری عبادات بھی تو پھر ہمیں جنّت کیوں ملے گی؟ ہمیں جنّت تب ملے گی جب ہم محنت کریں گے، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے ترجمان، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رَو کا کام ہے

شیخ تو صرف راستہ بتلاتا ہے کہ اصلاح کا یہ طریقہ ہے، تزکیہ کا یہ طریقہ ہے، نفس کو مطمئنّہ بنانے کا یہ طریقہ ہے، شیطان سے مقابلہ کرنے کا یہ طریقہ ہے، اگر کوئی چیز مرید کو پریشان کررہی ہے تو شیخ رہنمائی کر کے اس کی الجھن کو دور کرتا ہے، مرید کی ہمّت بڑھاتا ہے کہ آگے بڑھو، کام کرتے رہو، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، راہِ سلوک کو شیخ جانتا ہے اور ضرورت کے مطابق رہنمائی کرتا ہے، اور ساتھ ساتھ اس کی دعائیں اور توجّہات بھی نصیب ہوتی ہیں جن کی برکت سے ہمارے لئے یہ راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے، لیکن راستہ ہمیں خود طے کرنا پڑے گا، اسی لئے تزکیہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے طالب کو سالک کہتے ہیں اس لئے کہ راستے کو وہ طے کررہا ہے، ہمیں سالک بننا پڑے گا، ہمیں محنت کرنی پڑے گی، اور اسی محنت کا نام مجاہدہ ہے جو اس راہ میں شرط ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت:۶۹)

اور جن لوگوں نے مجاہدہ کیا ہمارے واسطے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔

جو لوگ ہماری محبت کی خاطر، ہمیں راضی کرنے کی خاطر مجاہدہ کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، ہم ان کے لئے ہم تک پہنچنے کے کئی راستے کھول دیتے ہیں، جب گناہوں سے بچنا دشوار معلوم ہوتا ہے، کبھی کوئی فوری فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور شیخ سے رابطے کی کوئی شکل نہیں ہوتی، تب بھی اللہ تعالیٰ شانُہ سچّے طالبین کے دلوں میں الہام کر کے انہیں راستہ بتلاتے ہیں کہ اِس گناہ سے بچنے کا یہ طریقہ ہے، مجاہدے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ شانُہ کی نصرت آئے گی جس کے نتیجے میں طاعات بجالائے گا، اب ظاہر ہے کہ ترقّی ہوگی اور مقامِ احسان نصیب ہوگا، اسی لئے آگے فرمایا:

﴿وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت:۶۹)
اور یقیناً اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ شانہٗ محسنین کے ساتھ ہیں، اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن کو صفتِ احسان اور صفتِ اخلاص حاصل ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اچھے کام کرتے ہیں۔

صحبتِ شیخ اور ذکر و معمولات بھی ضروری ہیں

میرے بھائیو! اصل چیز مجاہدہ یعنی مخالفتِ نفس ہے، اسی سے قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے اور اسی سے قربِ الٰہی میں ترقّی ہوتی ہے، ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ اور ذکر و معمولات بھی بہت ضروری ہیں اس لئے کہ ان دونوں کی برکت ہی سے سالک مجاہدے پر آتا ہے، میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، ایک طالبِ علم ہے، امتحان کی تیاری کر رہا ہے، راتوں کو بارہ بجے، ایک بجے تک کتابیں دیکھتا ہے، صبح کو بھی جلدی اُٹھ جاتا ہے اور پھر کتابیں دیکھتا ہے، امتحان کے صرف دو ہفتے، تین ہفتے رہ گئے ہیں، تمام خواہشات کو قربان کر رہا ہے، دوست احباب، تفریح، آرام، کھیل سب کچھ قربان کر رہا ہے، رات دن بس کتابوں میں لگا ہوا ہے، باپ بھی دیکھ رہا ہے کہ بیٹا بہت محنت کر رہا ہے، ایک دن قریب بلایا اور پیار سے کہا کہ بیٹا! تمہارے امتحان بالکل قریب ہیں، روزانہ دو اخروٹ کھالیا کرو اور ایک گلاس دودھ پی لیا کرو، اس سے تمہارے امتحان میں مدد ملے گی اور کامیابی ہوگی۔

طالبِ علم بیچارہ محنت کر کے تھکا ہوا تو تھا ہی، اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر پہلے سے پتا ہوتا کہ دودھ پینے سے اور اخروٹ کھانے سے امتحان میں کامیابی ملتی ہے تو میں اس مشقّت میں کیوں پڑتا؟ اُس نے کتابیں رکھ دیں اور لگ گیا اخروٹ اور دودھ کے پیچھے،

امتحان میں pass (کامیاب) ہوگا؟ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اصل چیز کتابوں کا مطالعہ اور کتابوں کے مضامین کو سمجھ کر یاد کرنا ہے، رہا اخروٹ اور دودھ کا معاملہ، تو یہ دونوں چیزیں کتابوں کو سمجھنے کے لئے اور مضامین کو اخذ کر کے ذہن میں بٹھانے کے لئے معاون اور ذریعہ ہیں۔

اب اس کو اس طرح سمجھئے کہ مجاہدہ، مخالفتِ نفس اور احکام کی پابندی، یہ کتابوں کا مطالعہ کر کے مضامین کو یاد کرنے کی طرح ہے، اور اخروٹ اور دودھ معمولات اور شیخ کی صحبت کے مانند ہیں، شیخ کی صحبت بھی ہے اور معمولات کی پابندی بھی، لیکن سالک خود اعمال کو بجالانے اور گناہوں سے بچنے کے لئے کوشش، محنت اور مجاہدہ نہیں کرتا، تو ترقّی نہیں کر سکے گا، سالک کو چاہئے کہ مجاہدہ بھی کرے؛ فرائض، واجبات اور سننِ مؤکّدہ کا اہتمام کرے، اسی طرح ہر حال میں حرام سے اور مکروہاتِ تحریمیہ سے بچے اور دوسرے درجے کا جو مجاہدہ ہے اسے بھی جتنا ہو سکے آہستہ آہستہ بڑھاتا چلا جائے، اور ساتھ ساتھ اپنے شیخ کی صحبت کا بھی اہتمام کرے، شیخ کی توجّہ اور دعا حاصل کرے، اور شیخ نے جو معمولات بتلائے ہیں ان کی خوب پابندی کرے، اگر ان تینوں کاموں کو ساتھ لے کر چلے گا تو ان شاء اللہ جلد روحانی ترقّی ہوگی اور پوری کامیابی حاصل ہوگی۔

بغیر مجاہدے کے صرف شیخ کی نظر سے کام نہیں بنتا

بہت سے سالکین سستی کے شکار ہوتے ہیں، ان کے دل میں عشقِ الٰہی حاصل کرنے کا جذبہ تو بہت ہوتا ہے لیکن ان کو مجاہدہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، ایسے لوگ شیخ کی صحبت میں جاتے ہیں اور پچھلے بزرگوں کے بعض کراماتی واقعات سنے ہوئے ہوتے ہیں کہ بس صرف

ایک نظر سے کام ہوگیا، اس لئے اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ کسی دن حضرت کی نظر پڑے گی اور یوں ہی کام ہوجائے گا، اللہ کرے کہ ایسا ہو جائے، لیکن عادتُ اللہ نہیں ہے کہ ایسا ہو، ایسے کتنے واقعات ملتے ہیں کہ مرید نے کچھ محنت نہیں کی اور صرف شیخ کی توجّہ سے کام بن گیا؟ بہت کم، شاذ و نادر، اور جس کسی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ مرید نے کچھ چھوٹا موٹا کام کیا، جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نان بائی کا واقعہ ہے کہ حضرت کی نظر پڑی، توجّہ ملی اور کام بن گیا، تو اُس مرید نے اپنی زندگی میں کسی وقت کوئی بڑا مجاہدہ ضرور کیا ہوگا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے بہانہ بنا کر کسی کامل کی نظر اور توجّہ نصیب فرمائی اور ولایت کے مقام پر پہنچا دیا، میرے بھائیو! بغیر مجاہدے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

روحانی ترقّی مجاہدہ کرنے سے ہوگی

عرض یہ کر رہا تھا کہ کچھ حضرات اس خیال کے ہوتے ہیں کہ مجھے کچھ کرنا نہ پڑے اور شیخ کی توجّہ ہی سے کام ہو جائے، کچھ وہ ہوتے ہیں جو ذکر کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ شیخ کے بتلائے ہوئے معمولات کی پابندی ہوتی رہے، اور جہاں گناہوں سے بچنے کا موقع آیا وہاں مجاہدہ نہیں کرتے، میرے عزیزو! روحانی ترقّی مجاہدہ کرنے سے ہوگی، نظر ہٹانے سے ہوگی، فجر کے وقت اپنے آپ کو مسجد میں لے جانے سے ہوگی، زبان کو غیبت سے روکنے سے ہوگی، گناہوں سے دور رہنے سے ہوگی، ناجائز لذّتوں سے اپنے آپ کو بچانے سے ہوگی۔

مجاہدہ ہی تصوّف ہے

میرے بھائیو! ترقّی ہوگی مجاہدے سے، نفس کی مخالفت سے، اور یہ مجاہدہ اور نفس کی

مخالفت ہی تصوّف ہے، حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ذرا سی بات جو خلاصہ ہے تصوّف کا یہ ہے کہ نفس طاعت کو بجا لانے میں جب سستی کرے تو اُسے اُس طاعت پر مجبور کیا جائے، اور جب اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی نافرمانی سے بچنے میں سستی کرے تو اُسے مجبور کرکے اُس نافرمانی سے بچایا جائے۔ آگے حضرت فرماتے ہیں کہ جس کو یہ حاصل ہو جائے اس کو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اِسی سے تعلّق مع اللہ نصیب ہوتا ہے، اِسی سے تعلّق مع اللہ کی حفاظت ہوتی ہے، اور اسی سے تعلّق مع اللہ میں ترقّی ہوتی رہتی ہے۔[۱]

جب کوئی سالک مجاہدہ اختیار کرتا ہے تو اسے تعلّق مع اللہ نصیب ہوجاتا ہے، اس تعلّق مع اللہ کی برکت سے یہ مجاہدہ اب باقی رہتا ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن اللہ نہ کرے، اگر اس نے مجاہدے میں سستی اختیار کی تو پھر یہ تنزّلی کی طرف جائے گا یہاں تک کہ حاصل کی ہوئی ولایت سے بھی محروم ہوسکتا ہے، ولایت تک پہنچنے کے لئے بھی مجاہدہ ضروری ہے اور پھر ولایت کو باقی رکھنے کے لئے بھی آخری سانس تک مجاہدہ ضروری ہے۔

ترقّی کے لئے مجاہدہ شرط ہے

میرے بھائیو! کامیابی کے لئے اور ترقّی کے لئے مجاہدہ شرط ہے، اس لئے مجاہدے کا اہتمام کرو اور کوشش کرو کہ دونوں قسم کے مجاہدے ہوں، جو لازمی مجاہدہ ہے یعنی فرض وواجب کی ادائیگی اور حرام اور مکروہِ تحریمی سے بچنا، وہ بھی ہو، اور جو نفل مجاہدہ ہے یعنی سنن، مستحبّات اور نوافل کا اہتمام اور مکروہاتِ تنزیہیہ سے بچنا، وہ بھی ہو، فرض مجاہدہ تو حصولِ ولایت کے لئے ضروری ہے، مگر یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب تک وہ گرفت میں نہ آئے اس

---

[۱] بصائرِ حکیم الاُمّت، ص:۹۹

وقت تک نفل مجاہدے کو چھوڑے رکھے،نہیں، اسے بھی اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ اس سے دل منوّر رہوتا ہے اور دل کو تقویت ملتی ہے،جس کے نتیجے میں فرض مجاہدہ، فرائض کا اہتمام اور حرام سے بچنا جو ابھی مشکل معلوم ہورہا ہے وہ بھی آسان ہوجاتا ہے،اس لئے فرض، واجب، سنّت، مستحب اور نفل تمام کاموں کو کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے،لیکن ایک بات اچھی طرح ذہن میں رہے کہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ شانُہ کی ولایت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک زندگی گناہوں سے پاک نہ ہوجائے۔

دوستوں کو ایک مفید مشورہ

میں اپنے دوستوں سے انگلینڈ میں درخواست کرتا رہتا ہوں کہ جس طرح ہم اپنی روز مرّہ کی زندگی کے بہت سارے ضروری کاموں کے لئے ایک نوٹ بک (notebook) رکھتے ہیں، جیسے کسی سے لینا، کسی کو دینا، پورے ہفتے میں مجھے کون سے کام کرنے ہیں وغیرہ، اسی طرح ایک نوٹ بک صرف گناہوں کے لئے رکھو، تنہائی میں بیٹھ کر سوچو کہ میری زندگی میں کون سے کون سے گناہ ہیں؟ اور پھر انہیں اس نوٹ بک میں لکھ لو اور ان سے نجات پانے کی کوشش کرو، پھر ہر ہفتے اس کو دیکھ کر اپنا محاسبہ کیا کرو کہ اِن میں سے کس گناہ میں کمی آئی ہے اور کس گناہ سے نجات ملی ہے؟ وہ کون سا گناہ ہے جو پہلے نہیں تھا اور اب آ گیا ہے؟ اس نوٹ بک میں گھٹاتے بڑھاتے رہو۔

گناہوں کو چھوڑنے کی اس کوشش کے نتیجے میں جب محسوس ہو کہ میری کوشش کے باوجود فلاں گناہ قابو میں نہیں آرہا ہے، تو اپنے شیخ کی طرف رجوع کرو اور ان کی رہنمائی پر عمل کرو، اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ترقّی ہوگی، ہمارے سامنے ہماری اپنی

سچّی حیثیت ظاہر ہوگی جس کے نتیجے میں کبر وعجب ٹوٹے گا اور تواضع وانکساری پیدا ہوگی۔

بُری صحبت سے پرہیز اور اچھی صحبت کا اہتمام

میرے بھائیو! عرض یہ کر رہا ہوں کہ مجاہدہ بنیادی چیز ہے اور اس میں دو چیزیں معاون ہیں، اور یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں:

(۱) معمولات کی پابندی۔

(۲) بُری صحبت سے بچنا اور اچھی صحبت کو اختیار کرنا؛ بطورِ خاص اپنے شیخ کی صحبت کا اہتمام کرنا۔

جہاں کہیں جاؤ اچھی صحبت اختیار کرو، ہر حال میں اچھی صحبت تلاش کرو، لوگ کہتے ہیں کہ آج کل اچھی صحبت کہاں ملتی ہے؟ بھائیو! اگر کوشش کروگے تو نیک صحبت اور اچھی صحبت ضرور ملے گی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اگر کوئی سچّی طلب کے ساتھ کسی مسجد کے مؤذّن کے پاس جا کر بیٹھے گا تو اس کی صحبت سے فائدہ پہنچے گا، اس لئے کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے کلمے کو بلند کرتا ہے۔[۱] اور اگر اچھی صحبت میسّر نہ آئے تو کم سے کم بُری صحبت سے تو بچو، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر اچھی صحبت نہیں ملتی تو کم سے کم بُری صحبت سے تو بچو۔[۲] ایک مریض کے ذمّے دو کام ہیں: نقصان پہنچانے والی چیزوں سے پرہیز اور دوا کا استعمال، اب اگر دوا نہیں مل رہی ہے تو کم سے کم نقصان دہ چیز سے تو بچے۔

---

[۱] اسلام اور ہماری زندگی: ۴۲/۱، ۴۳

[۲] اسلام اور ہماری زندگی: ۴۲/۱، ۴۳

بُری صحبت سے بچنا ہے اور اچھی صحبت اختیار کرنی ہے، خاص طور پر مشائخ اور صلحاء کی صحبت، اور ان میں بھی اپنے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے، اپنے شیخ کے پاس طلب لے کر، محتاج بن کر، ادب کے ساتھ، عظمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ، عقیدت کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ جانا چاہئے، ساتھ ساتھ معمولات کی پابندی بھی کرنی ہے، اب کرنے کے کل تین کام ہو گئے: (۱) نیک صحبت خاص طور پر صحبتِ مرشد، (۲) مجاہدہ یعنی مخالفتِ نفس اور (۳) معمولات کی پابندی۔

صحبتِ شیخ

ہمیں یہ تین کام کرنے ہیں، ان میں سے ایک کام اصل اور مقصود ہے یعنی مجاہدہ اور مخالفتِ نفس، دوسرے دو کاموں سے اس اصل کام میں مدد ملے گی، اصل کام آسان ہو گا، ان دونوں کے بغیر اگر مجاہدے کی کوشش کریں گے تو غالب یہی ہے کہ ناکامی ہو گی، ہوسکتا ہے مایوسی چھا جائے، تھک کر بیٹھ جائے، اس لئے یہ تین کام ضروری ہیں: مجاہدہ، معمولات کی پابندی اور شیخ کی صحبت، اپنے شیخ کی جہاں کہیں جب کبھی صحبت مل جائے، اسے نعمت سمجھو اور فائدہ اُٹھاؤ، آج کل ایک بیماری یہ ہے کہ لوگوں کو تقریر سننے کا چسکا ہو گیا ہے، اس لئے شیخ کی مجلس میں جانے کا مقصود تقریر سننا ہوتا ہے اور وہ بھی تفریحِ طبع کے لئے، مزے لینے کے لئے، اگر مقصود صحبت ہوتی تو تقریر میں لطف نہ آنے کے باوجود بھی ہم اہتمام کرتے، مضمون سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بھی اہتمام کرتے، اس لئے کہ مقصود شیخ کی صحبت ہے اور وہ الحمدللہ حاصل ہے۔

اصل چیز صحبت ہے

شیخ کی مجلس کے دو فائدے ہیں، ایک صحبت اور دوسرا علم میں اضافہ، اب اگر مضمون سمجھ میں نہیں آرہا ہے تب بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اصل چیز صحبت ہے اور وہ حاصل ہو رہی ہے، یہ صحبت ہی کا کرشمہ ہے کہ جس مؤمن کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت ایک لمحے کے لئے بھی نصیب ہو جائے وہ اُمّت کے ہر فرد سے اعلیٰ ہو جاتا ہے، چاہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک لفظ بھی نہ سنا ہو، معلوم ہوا کہ اصل چیز صحبت ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ شیخ کے پاس آنے سے مقصود صرف تقریر سننا نہ ہو، اصل مقصود صحبت ہے، آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے شیخ فلاں مسجد میں ہیں، فلاں مدرسے میں ہیں اور آپ فارغ ہیں تو آپ اس مسجد میں، اس مدرسے میں چلے جائیں اس نیت سے کہ یہ پندرہ بیس منٹ کا وقت شیخ کی صحبت میں گزر جائے گا، اب شیخ کو شاید پتا بھی نہ چلے کہ میرا مرید صحبت کی نیت سے آیا ہوا ہے، لیکن شیخ کو معلوم ہونا ضروری بھی نہیں ہے اس لئے کہ شیخ مُعطِی (دینے والا) نہیں ہے، شیخ تو قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے، مُعطِی (دینے والا) تو اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ قاسم (تقسیم کرنے والے) کے ذریعے فیض ضرور پہنچائے گا، بہت سے مرید بیچارے اپنے شیخ کی توجّہ حاصل کرنے کے لئے گُھسنے کی بہت کوشش کرتے ہیں، مگر بعض خدّام ایسے مخلص لوگوں کو قریب نہیں ہونے دیتے، حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے یہاں کچھ مقرَّ بین ہوتے ہیں، وہ مکرِّ بین (تکلیف پہنچانے والے) بن جاتے ہیں، ہمیشہ دوسروں کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں۔[1]

---

[1] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۲۱۲/۶

حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص، ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں بہت مخلص خادم عطا کئے تھے، میں ڈاکٹر صاحب کو اپنا بڑا محسن سمجھتا ہوں، اور جن جن حضرات کا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق رہا ہے وہ بھی یقیناً ڈاکٹر صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بڑا محسن سمجھتے ہوں گے، وہ پوری کوشش کرتے تھے کہ ہر آنے والا حضرت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے، انہیں کبھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ یہ کچھ زیادہ ہی قریب ہورہا ہے اور حضرت کی توجّہ کچھ زیادہ ہی اس کی طرف مبذول ہورہی ہے، بلکہ وہ متوجّہ کرتے تھے کہ حضرت تمہیں بہت یاد کررہے تھے، آپ عشاء کے بعد بھی حضرت کے پاس آجاتے تو اچھا ہوتا۔ متوجّہ کرتے تھے، خادم ہوں تو ایسے، یہ جذبہ ہو کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میرے شیخ کے سینے میں جو عشقِ الٰہی کی آگ رکھی ہے اس کے فیض سے پوری دنیا مستفیض ہو۔

دینے والے صرف اللہ ہیں، شیخ واسطہ ہے

عرض یہ کررہا تھا کہ بعض مرید بیچارے شیخ کے قریب ہونے کے لئے بہت کوشش کرتے ہیں اور جب وہ ناکام ہوتے ہیں تو مایوسی کے شکار ہوجاتے ہیں، ایسے حضرات کو بالکل فکر نہیں کرنی چاہئے، مایوسی قریب بھی نہیں آنی چاہئے، آپ اپنے شیخ کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارتے رہیں، جو مالک فیض دینے والا ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، آپ وہ کام کیجئے جو آپ کے ذمّے ہے، جب فیض دینے والا فیض یاب کرنے کا فیصلہ کرے گا تب وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بناکر شیخ کو آپ کی طرف متوجّہ کردے گا اس لئے کہ دینے والا تو وہ ہے، اللہ تعالیٰ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرماتے ہیں:

﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ (النور:۲۱)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ کہا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کسی کا کبھی بھی تزکیہ نہ ہوتا، معلوم ہوا کہ مُعطی (دینے والا) اللہ ہے، لیکن شیخ چونکہ قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے اس لئے اس سے وابستہ رہنا پڑے گا، جیسے ایک فقیر کو دیتا تو سیٹھ ہے، لیکن سیٹھ سے لینے کے لئے فقیر کو دروازے پر جانا پڑتا ہے،، دروازہ واسطہ ہے سیٹھ سے لینے کا، دروازے پر جائے بغیر سیٹھ کی طرف سے کچھ نہیں ملے گا، اسی طرح دیتا اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر شیخ بمنزلۂ دروازے کے ہے، جو اس دروازے تک جائے گا اور اس سے چمٹ جائے گا اسے فیض ملے گا، اس لئے شیخ کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا پڑے گا۔

میرے اکابر کی شفقتیں اور عنایتیں

اب حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر عرض کرتا ہوں، حضرت کی میرے اُوپر بہت شفقتیں رہی ہیں، حضرت مفتی صاحب نے چند بزرگوں کے نام لئے جن کی میرے اوپر شفقتیں رہی ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی اکابر ہیں جن کی شفقتیں رہی ہیں، ابھی لیسٹر میں کچھ دوست ملنے کے لئے آئے تھے، انہوں نے بزرگوں کی مجھ پر عنایتوں کا تذکرہ کیا تو میں نے اُن سے کہا کہ بھائی! اس کا میں کیسے انکار کرسکتا ہوں؟ یہ تو ناشکری ہوگی، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس حقیر پر بڑا فضل فرمایا اور ہمارے زمانے کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے بزرگوں کو

میری طرف متوجّہ کردیا لیکن میں کیا کہوں؟ اتنا نکمّا ہوں کہ اتنے سارے بزرگوں کی توجّہات کے بعد بھی جیسا تھا ویسا ہی رہا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ تنزّلی کی طرف گیا، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ میرے حال پر رحم فرما کر فضل فرمادیں۔

دل کی بنجر زمین کو آباد کرنے کا طریقہ

تو حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 'مگر' سے قید لگادی کہ اگر آپ اپنے شیخ کی صحبت میں ضابطے اور قاعدے سے آتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کی نسبت ضرور نصیب ہوگی، مگر آپ کو دو کام کر کے آنا پڑے گا: ایک مجاہدہ اور دوسرا معمولات کی پابندی، شیخ کی صحبت میں آنے سے پہلے ان دو کاموں کو کر کے اپنے دل کی کھیتی کو ہموار کریں، اس کو کنکروں، پتھروں، جنگلی پودوں اور خودرو گھاس سے صاف کریں، مجلس سے واپس گھر چلے گئے، آئندہ مہینہ دوبارہ آنا ہے، پورا مہینہ مجاہدے کی محنت کرو اور معمولات کی پابندی کرو، اس کی برکت سے دل کی زمین میں کچھ نہ کچھ صلاحیت پیدا ہوگی، اب آئندہ مہینہ جب آئیں گے تو محسوس ہوگا کہ مجلس میں بڑی کیفیت ہے، لیکن مجلس سے اٹھتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی، معلوم ہوا کہ زمین پر اور محنت کی ضرورت ہے، جاؤ اور مزید مجاہدہ کرو اور معمولات کی پابندی بھی کرو، پھر آؤ شیخ کے پاس، اس مرتبہ ایسا محسوس ہوا کہ مجلس میں بھی خوب کیفیت رہی اور مجلس سے اٹھنے کے بعد مسجد کے دروازے تک کیفیت رہی، معلوم ہوا کہ محنت کا فائدہ ظاہر ہو رہا ہے، زمین اور بہتر ہوگئی ہے، جاؤ اور مجاہدے کے ساتھ معمولات کی پابندی کرو، اب ایسا محسوس ہوا کہ

گاڑی میں بیٹھنے تک کیفیت رہی۔

میرے بھائیو! ان شاء اللہ تعالیٰ محنت کرتے رہنے سے ایک وقت ایسا آئے گا کہ گھر جانے تک کیفیت رہے گی، پھر دو تین دن تک رہے گی، اور اگر آپ مجاہدے کو جاری رکھیں گے اور معمولات کی پابندی کرتے رہیں گے تو دل کی کھیتی بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی، اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک وقت ایسا بھی آئے گا اور ضرور آئے گا کہ جو بیج شیخ کے دل سے آپ کے دل میں پڑ چکا تھا، وہ اب اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کے ایک تناور پھل دار درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے، اب آپ بازار میں ہوں گے یا کسی غفلت والی جگہ میں، کیفیت وہی ہوگی جو شیخ کی مجلس میں آپ کو نصیب ہوتی ہے، تو حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں؟

صحبتِ مرشد سے نسبت تو ملے گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو، ذکر کا تکرار ہو

'اجتنابِ معصیت' سے مراد مجاہدہ ہے اور 'ذکر کا تکرار' سے مراد معمولات کی پابندی ہے، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے آپ کو توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

ایک بزرگ کا واقعہ

اب ایک واقعے پر بات کو ختم کرتا ہوں، ایک بزرگ تھے، ان کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز تھا، وہ کہیں جا رہے تھے، بارش کا موسم تھا، ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی، سامنے سے میاں بیوی کا ایک جوڑا آ رہا تھا، وہاں ایک گڑھا تھا، اس میں پانی جمع ہو چکا تھا، چلتے چلتے ان بزرگ کا پاؤں اس گڑھے میں پڑ گیا اور چھینٹے بیگم کے کپڑوں پر گرے، میاں کو غصّہ آیا اور اس نے اس بزرگ کو زور سے طمانچہ رسید کر دیا اور کہا کہ اندھے! تجھے نظر نہیں آتا؟ اسے کیا پتا

تھا کہ یہ اللہ والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مل جائے تو پوری کائنات ہماری ہے

میں یہ قصّہ اس لئے سنا رہا ہوں کہ ہمیں پتا چلے کہ اس محنت کے صلہ میں ہمیں کیا ملے گا، اس محنت کے صلے میں ہمیں اللہ تعالیٰ ملے گا، اور جسے اللہ تعالیٰ مل جاتا ہے اسے پوری کائنات مل جاتی ہے۔

اگر ایک تُو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری
تُو ایک میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں
تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

سب کچھ ہے مگر اللہ تعالیٰ راضی نہیں تو کچھ بھی نہیں، ہم ایک عالم یا مفتی کی مثال لے لیتے ہیں کہ مدرسہ ہے، صدر مفتی ہیں، حدیث کی کتاب پڑھا رہے ہیں، عزّت ہے، منصب ہے، غرض سب کچھ ہے، لیکن اگر تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیں کہ اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے، تو کچھ بھی نہیں ہے، میں مہمان ہوں، یہاں آیا ہوں، اکرام، عزّت سب کچھ ہے، مگر اللہ تعالیٰ راضی نہیں تو کچھ بھی نہیں، سب کچھ ہے مگر....

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں

اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو مگر....

تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

بس میرے بھائیو! ہمیں اللہ تعالیٰ مل جاوے، یہ مجاہدہ، نفس کی مخالفت، معمولات کی پابندی، بُری صحبت سے بچنا، اچھی صحبت اختیار کرنا اور بار بار اپنے شیخ کی صحبت میں آنا اور اطّلاع واتّباع کا اہتمام کرنا، ان کاموں سے اللہ تعالیٰ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ ملے گا تو پھر زندگی ویسی ہو جائے گی جیسی اس درویش کی تھی۔

آمدم برسرِ مطلب

وہ بیچارے صبر کر کے آگے چلے گئے، چلتے چلتے ایک حلوائی کی دکان پر گزر ہوا جہاں گرم گرم کھیر تیار ہو رہی تھی، سردی بھی تھی اور غم زدہ بھی، دکان والے نے نیت کی تھی کہ آج جس شخص پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی اسے ایک پیالہ کھیر مفت میں کھلاؤں گا، دکان والے نے کہا کہ بھائی! اِدھر آؤ۔ جب گرم گرم کھیر ملی تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگے کہ آپ کی شان بھی عجیب ہے، کبھی طمانچہ کھلاتے ہیں تو کبھی گرم گرم کھیر۔ ابھی تو کھیر کھا ہی رہے تھے کہ وہ عورت اپنے خاندان والوں کو لے کر وہاں پہنچ گئی اور اس نے بزرگ پر یہ الزام لگایا کہ میرے شوہر کو اس نے قتل کیا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ گھر پہنچ کر اس عورت کا شوہر سیڑھی سے پھسل کر نیچے گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا، عورت نے کہا کہ میرے شوہر نے تجھے طمانچہ مارا تھا تو تُو نے میرے شوہر کے لئے بددعا کی ہو گی جس کے نتیجے میں وہ مر گیا، تو تُو قاتل ہے۔ بزرگ نے کہا کہ اچھا، اب سمجھ میں آیا، میں نے کوئی بددعا نہیں کی، بات اصل میں یہ ہے کہ تمہارے کپڑے پر میری وجہ سے چھینٹے گرے تو تمہارے عاشق کو غیرت آئی اور اس نے مجھے طمانچہ مارا، ٹھیک اسی طرح میرے چہرے پر تمہارے شوہر کا طمانچہ پڑا تو

میرے عاشق کو غیرت آئی اور اس نے تمہارے شوہر کو طمانچہ مارا۔[۱]

اللہ تعالیٰ کے بن جاؤ

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے بن جاؤ، دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی سارے مسائل حل ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا بننے کا طریقہ یہی ہے؛ مجاہدہ، صحبتِ شیخ اور ذکر کا تکرار، اللہ تعالیٰ شانُہٗ یہ دولت مجھے بھی نصیب فرمائیں، آپ کو بھی نصیب فرمائیں اور ہمارے سب متعلّقین کو اور پوری اُمّت کو نصیب فرمائیں۔ (آمین)

میری طبیعت علیل چل رہی ہے، مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی تفصیل سے بات کر سکوں گا، یہ آپ حضرات کی محبت کی برکت ہے، یہاں اربابِ نسبت بھی بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی برکت ہے، بہر حال بہت مسرّت ہوئی کہ ہر مہینے یہاں تزکیہ کی فکر کا اہتمام ہوتا ہے، اس لئے کہ آج کل تزکیہ کے معاملے میں مسلمان بہت غفلت برت رہے ہیں اور پوری دنیا میں اسی کا خمیازہ بُھگت رہے ہیں۔

دل کی اصلاح ہر شخص کے ذمّے فرضِ عین ہے

تزکیہ فرض ہے، جس طرح پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں اسی طرح دل کی اصلاح ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے، اور یہ کوئی شعبہ نہیں ہے، بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ میں تعلیمی شعبے میں ہوں اور میں چونکہ دار العلوم میں پڑھا رہا ہوں اس لئے مجھے تزکیہ کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے، جیسے مدرسے میں پڑھانے والے کے ذمّے پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، ریلیف (relief) کا کام کرنے والے کے ذمّے پانچ وقت

---

[۱] سکونِ قلب، ص: ۱۴۵

کی نمازیں فرض ہیں، دعوت وتبلیغ میں مشغول شخص کے ذمّے پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، افتاء کا کام کر رہا ہے اس کے ذمّے پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، اسی طرح جو جس شعبے میں بھی ہے اس کے ذمّے اپنے دل کا تزکیہ کرانا فرضِ عین ہے۔

رہی یہ بات کہ جو جس شعبے میں لگا ہوا ہے وہ اسی میں انہماک کے ساتھ لگا رہے اور اپنے شعبے پر توجّہ دے، یہ تو کام کرنے والوں کے لئے ہے، جیسے مفتی سعید صاحب تزکیہ کے شعبے کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے یہ کہا جائے گا کہ یہ دین کا ایک کام کر رہے ہیں، ایک شعبے کو سنبھالے ہوئے ہیں، اب یہ اپنی پوری توجّہ خانقاہ کی طرف مبذول کریں، اگر یہ کسی دوسرے شعبے میں خدمت نہ کرسکیں تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح جو دعوت وتبلیغ کے شعبے میں لگا ہوا ہے، وہ پوری توجّہ دعوت وتبلیغ کے کام کی طرف مبذول کرے، اگر وہ کسی دوسرے شعبے کو لے کر نہ چل سکے تو کوئی حرج نہیں، اور اگر کوئی حدیث پڑھا رہا ہے تو وہ پوری توجّہ حدیث کی طرف مبذول کرے، اگر دین کے کسی اور شعبے کو نہ سنبھال سکے تو کوئی حرج نہیں، لیکن جہاں تک اپنی انفرادی اصلاح کا تعلّق ہے، اپنے دل کے تزکیہ کا تعلّق ہے تو وہ ہر شخص کے ذمّے فرض ہے۔

ایک بڑا مغالطہ

اس سلسلے میں شیطان مغالطے میں ڈالتا ہے اور بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ دین کے کئی شعبے ہیں، تزکیہ اور خانقاہ بھی ایک شعبہ ہے، ہم چونکہ تعلیم کے شعبے میں مدرسہ سنبھالے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں کسی سے تزکیہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہم چونکہ تبلیغ کے شعبے میں مشغول ہیں اس لئے ہمیں کسی سے مرید ہو کر اپنی اصلاح کرانے کی ضرورت نہیں ہے، نہیں، یہ بہت

بڑی غلطی ہے، اپنی اصلاح ہر ایک کے ذمّے فرض ہے، ہاں، آپ اس کو باقاعدہ اپنے کام کا میدان بنائیں نہ بنائیں، یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور اس میں آپ کو اختیار ہے۔

یہاں مختلف بزرگوں کے کئی مجازین تشریف رکھتے ہیں، حقیقت یہی ہے کہ میں بہت چھوٹا ہوں، مگر اس کے باوجود آپ مُجازین حضرات سے ایک درخواست ضرور کروں گا کہ تزکیہ کے شعبے کو بھی اپنا مشغلہ بنائیں اور اس مبارک کام کو آگے بڑھائیں، اُمّت غفلت میں پڑی ہوئی ہے، اگر آپ حضرات کے ذریعے اُمّت تزکیہ کی طرف متوجّہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی طرف سے مسلمانوں کے حق میں ان شاء اللہ بہت اچھے فیصلے ہوں گے۔

دعا

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے اس ماہانہ سلسلے کو بہت مبارک کریں، حضرت مفتی صاحب کے علوم و فیوض میں خوب برکت عطا فرمائیں، ان کے فیض کو بہت عام فرمائیں، ہمارے حضرت مفتی زبیر صاحب ڈربن (Durban) سے تشریف لائے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض اور علوم کو بھی بہت عام اور تام فرمائیں، دوسرے جتنے مُجازین ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام کے فیوض کو بھی خوب عام اور تام فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ شانُہٗ ہم سب کو تزکیہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

مآخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	تفسير القرآن الكريم	الإمام ابن كثير	دار ابن الجوزي،الدمام
۲	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۳	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل
۴	العظمة	الإمام أبو الشيخ الأصبهاني	دار العاصمة،الرياض
۵	فتح الباري	العلّامة ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة،بيروت
۶	إرشاد الساري	العلّامة القسطلاني	دار الكتب العلمية،بيروت
۷	شرح النووي	الإمام النووي	دار الكتب العلمية،بيروت
۸	تاريخ بغداد	الخطيب البغدادي	مكتبة الخانجى،القاهرة
۹	سوانح حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ	مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری صاحب	مکتبہ رحمانیہ، لاہور
۱۰	التبلیغ	مولانا اشرف علی تھانوی صاحب	ادارہ فکرِ اسلامی، دیوبند
۱۱	افاداتِ فاروقی	حاجی محمد فاروق صاحب	مکتبۃ النور، کراچی
۱۲	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	مولانا اشرف علی تھانوی صاحب	ادارہ تألیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۳	اشرفی بکھرے موتی	حافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب	ادارہ تألیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۴	تاریخ مشائخِ چشت	شیخ محمد زکریا کاندھلوی صاحب	کتب خانہ اشاعت العلوم، سہارنپور
۱۵	حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات	ابوالحسن اعظمی	مکتبہ صوت القرآن، دیوبند
۱۶	بصائرِ حکیم الاُمّت	ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی صاحب	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۷	تصوّف کے مسائل اور اس کی حقیقت	مولانا حسین احمد مدنی صاحب	شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم دیوبند
۱۸	اصلاح کی سو باتیں	ڈاکٹر محمد صابر صاحب	مکتبہ جامعۃ الابرار، کراچی
۱۹	اسلام اور ہماری زندگی	مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	ادارہ اسلامیات، لاہور
۲۰	سکونِ قلب	حافظ محمد اسحٰق ملتانی صاحب	ادارہ تألیفاتِ اشرفیہ، ملتان